حق کاپی رائٹ محفوظ ہے بلا اجازت کوئی نہ چھاپے

قال اللہ تبارک و تعالیٰ وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزا حکیما

ہذہ العجالۃ من تصنیف زبدۃ المحققین و رئیس العارفین مولانا حضرت خواجہ سید مہر علیشاہ صاحب ادام اللہ فیوضہم

المسماۃ بہ

شمس الہدایۃ

فی اثبات

حیات المسیح

اس رسالہ میں آیۃ مذکورہ سے مرفوع ہونا مسیح علیہ السلام کا آسمان پر بجسدہ العنصری قطعی طور پر ثابت کیا گیا ہے جس میں بغیر رفع جسمی کے اور کوئی احتمال نہیں بن سکتا اور استشہادات مرزا صاحب سے بطریق ادب جواب دئے گئے ہیں ۶

وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی ۵

[illegible] عبدالحمید [illegible] پریس [illegible] باہتمام لالہ جگن ناتھ صاحب بی۔ اے [illegible]

[illegible] ۱۹۲۲ء مطابق شعبان ۱۳۴۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ حبیبہِ الکریم و علیٰ آلہٖ و عترتہٖ و صحبہٖ

امّابعدُ حضرات ناظرین پر پوشیدہ نہ رہے کہ آجکل موادِ فطرت انسانی تعصّب کی ہواؤں اور جہالت کے بخارات سے متعفّن اور گندے ہو رہے ہیں۔ اور ایسا ہی ہونا تھا کیونکہ ہدایت اور استقامت کا سورج قریب ڈوبنے کے آگیا۔ استواد کا زمانہ جس سے خیرُ القرونِ قرنی ثمّ الّذین یلونھم ثمّ الّذین یلونھم حکایت ہے۔ وورہ گیا۔ بسبب فقدانِ تقویٰ کے نہ تو اشراق نوری اور انشراح صدری ہے تاکہ وعدہ اِن تتّقوا اللہ یجعل لکم فرقانًا کا متحقق ہو کر فارق بین الحق والباطل نصیب ہو۔ اور نہ لیاقتِ علمی جس کے ذریعہ سے مرادِ شارع کو سمجھ کر عمل نہ سہی اعتقاد کو تو مطابق ما انا علیہ و اصحابی کے درست رکھیں۔ بغیر ظاہر پرستی اور سخن سازی ہوس بازی اور فتنہ پردازی کے اَور کچھ نہیں۔ سادہ پنی اور راستی سے جو منجملہ شعائرِ اسلام و اوضاع صحابہ کرام ہیں۔ نفرت۔ تصنّع اور ناراستی و ہوس بازی سے جو از قبیل کمالاتِ تعلیم لندن ہیں۔ محبّت۔ معہٰذا ابناءِ زمان ہر دو فن مذکورۃ الصدر۔ یعنی اشراق نوری اور لیاقتِ علمی میں اپنے زعم میں خود ہی یکتاءِ زمانہ اور منفرد ہیں۔ گو کہ مکاشفات انبیاء عظام صلوٰات اللہ و سلامہٗ علیہم اجمعین میں بزعم اِن کے غلطی فی الکشف یا فی التعبیر بھی واقع ہو۔ مگر اِن حضرات کے معاینات میں تاویل تک بھی ناممکن ہے۔ ایسا ہی علماء سلف شکر اللہ سعیھم کے اجتہادات اور اُمتِ مرحومہ کا اجماع گو کہ لن تجتمع اُمّتی علی الضلالۃ بھی اُسکی شان میں وارد ہو تاہم یہ سب اِن کے نزدیک نادانوں کے خیالات اور کورانہ اجماع جنکو سوائے

اونٹ چرانے والوں کے اَلْعِیَاذُ بِاللہِ کوئی فرقہ مہذبین یعنے تعلیم یافتگانِ لندن سے تسلیم کر
صفحہ ۲۶۶ ازالہ اوہام ۔ کوئی وجہ انکی صحت کے لئے نہیں ۔ اِلّا درصورتیکہ اِن حضرات کی رائے
اور استنباط پر منطبق کئے جائیں ۔ دیکھو ازالۂ اوہام و ایام الصلح ۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صلعم
وَارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صلعم ۔ علماء زمان عرصہ سے اس ہیچمدان خوشہ چینِ علماء کرام کو بھی
ایسے حقائق و معارف سے جو تالیفاتِ مرزا صاحب مثل ازالہ اوہام ۔ و دافع الوساوس و ایام صلح
میں مندرج ہیں مطلع فرماتے تھے ۔ راقم الحروف اُنکو بعض طعن سے بخیال اسکے کہ خلاف شعائر
اسلام ہے اور عکس ارشاد مشائخ بھی رضی اللہ عنہم اجمعین روکتا رہا ۔ آخر الامر جب نوبت
یہانتک پہونچی کہ ہر محفل میں اظہار حقیقت عقیدہ مرزائیہ اور تکذیب و تجہیل بلکہ تکفیر علماء کرام
کی جنکا اعتقاد مطابق سلف رضہ کے تھا ہونے لگی ۔ تو اس اثناء میں چند احباب نے مجھے کچھ
مضامین مرزا صاحب کی تالیفات کے سنائے ۔ گوکہ میں بھی ابناء زمان کی طرح بسبب کم علمی اور
محروم ہونے اشراق نوری سے قابل اس امر کے نہ تھا کہ ناظرین کو آجکل کے دھوکھوں سے بچاؤں ۔
مگر تکفیر اور تجہیل سلف و مشائخ زمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سُننے کی برداشت مجھ سے نہو سکی
اور عقیدہ حقہ کا یوماً فیوماً اضمحلال گوارا نہ کرسکا ۔ لہٰذا یہ چند مضامین متعلق آیاتِ رفع و احادیثِ
نزول محض حسبتہً للہ بغیر اسکے کہ محرک اسکا عناد یا حسد یا بغض کسی مسلمان بھائی سے ہو جب
رائے ناقص کے لکھے گئے ۔ تاکہ ابناء زمان اتنی جرأت سے باز آئیں اور معانی جو مراد ہیں آیات
اور احادیث سے اُنکو واضح ہو جائیں ۔ اور چند اعتراضات ابلہ فریب سے جو باستشہاد آیات و احادیث
ازالہ اوہام وغیرہ میں مذکور ہیں خوف کھاکر عقیدۂ اجماعیۂ اہل اسلام سے انحراف کیا ۔ بلکہ آیت
اور احادیث کو کچھ اور ہی نہ سمجھ لیویں ۔ کیونکہ اصول ان کے ایسے ہیں جو عنقریب بلحاظ تعلیم یافتگان
لندن باقی آیاتِ قرآنیہ اور احادیث صحیحہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بھی ہاتھ ڈالیں گے ۔
آجکل کے اردو خوانوں اور زعمی مولویوں فاضلوں کا قصور نہیں ۔ اُن بیچاروں کو جب مثلاً کہا جائے
کہ بتاؤ میاں آیۃ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ اور ایسے ہی فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ
الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ جس قرآن کے ساتھ تمہارا ایمان ہے اس میں موجود ہے یا نہیں ۔ اور لفظ توفی
کا نتیس ۲۳ جگہ قرآن کریم میں بمعنے موت ہی ہیں مستعمل ہے ۔ اور افقہ الناس عبد اللہ ابن عباس رضہ نے بھی

یہی معنے لیا۔ بخاری اور عباسی تفسیر ابن کثیر وغیرہ وغیرہ تو حسب قولہ تعالیٰ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کے وعدہ وفات اور بمقتضائے فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ الخ تحقیق موت عیسیٰ بن مریم اور رفع روحانی کا ہو چکا۔ اور آیۃ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّۃَ۔ اور ایسے ہی فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اور ایسے ہی احادیث صحیحہ سب شہادت دے رہی ہیں کہ ارواح مقربین بعد الوفات جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور بعد دخول جنت کے پھر نکلنا اس سے بحکم آیۃ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ۔ کے ناممکن اور مستلزم ہے وقوع کذب کو آیۃ مذکورہ میں۔ ایک فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کیا بلکہ آیۃ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ اور اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ بتمامہا اور وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اور وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَکِّسْهُ فِی الْخَلْقِ اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اور فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ اور وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ اور کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ اور وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا اور قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا اور هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِکَةُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ اور هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ تَاْتِیَهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَوْ یَاْتِیَ رَبُّکَ اَوْ یَاْتِیَ بَعْضُ اٰیَاتِ رَبِّکَ یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ کَسَبَتْ فِیْ اِیْمَانِهَا خَیْرًا۔ وَقَالُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَکٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَکًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ ہ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَکًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ ہ اور حدیث صحیح کما قال العبد الصالح اور حدیث صحیح لَا یَاْتِیْ مِائَةُ سَنَةٍ عَلَی الْاَرْضِ نَفْسٌ مَّنْفُوْسَةٌ اَلْیَوْمَ۔ یہ سب آیات اور احادیث صحیحہ بآواز بلند موت ابن مریم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر دے رہی ہیں۔ علاوہ اسکے عقل انسانی۔ اور قصہ عود ایلیا بھی جو انجیل میں مذکور ہے۔ صعود اور نزول مسیح سے بعینہ بجسدہ العنصری منکر ہیں۔ احادیث نزول ابن مریم اور خروج دجال وغیرہ منجملہ مکاشفات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ہیں۔ اور کشف اجمالی مثل دیکھنے آنحضرت صلعم کے عورت پراگندہ بالوں والی کو کہ گرداگرد مدینہ طیبہ کے گھوم رہی تھی وغیرہ وغیرہ تعبیر طلب ہوتا ہے۔ بحالت خواب دیکھنے میں کچھ اور آتا ہے اور ظہور میں کچھ اور ہوتا ہے۔ جیسا کہ خواب میں آنحضرت صلعم نے اُس عورت کو دیکھا اور تعبیر اسکی وبا مدینہ طیبہ سے زادہا اللہ شرفًا فرمائی۔

معہذا تعبیر میں وقوع خطا بھی ممکن ہے۔ جیسا کہ خواب میں آپ نے یہی سمجھا کہ اسی سال مکہ معظمہ کو زاد ہا اللہ
شرفاً جانا ہوگا۔ اور بعد مراجعت فرمانے کے حدیبیہ سے معلوم ہوا کہ تعبیر میں تخصیص اسی سال
کی غلطی ہوئی۔ الغرض آیات اور حدیث صحیحہ متذکرہ بالا باعث شدید ہیں۔ ماول ٹھہرانے پر
احادیث نزول مسیح و خروج دجال وغیرہ کے کیا معنے۔ احادیث نزول سے مراد ظہور اس شخص کا
ہے جو مماثل ہو ابن مریم کا۔ جیسا کہ مراد ایلیا کے دوبارہ آنے سے مثیل ایلیا یعنی ظہور یحییٰ کا بشہادت
مسیح ابن مریم کے تھا۔ وہ شخص مثیل ابن مریم کا کون ہے۔ میں ہوں۔ یعنی مرزا صاحب۔ کیونکہ
الہام منجملہ براہین قاطعہ اور حجج ساطعہ کے ہے۔ فتوحات مکیہ اور میزان عبدالوہاب شعرانی
وغیرہ۔ بعد استماع اسکے بالضرور ار دو خوان اور نام کا مولوی تقریر مذکور کو جسکی بنا ر کی تشبید
اور ترصیص کتاب اللہ اور سنت اور انجیل اور عقل سے ہو چکی ہے لامحالہ طوعاً و کرہاً مسلم اور قبول
کرے گا۔ نہ کرے تو کیا کرے۔ قرآن اور حدیث سے کیسے منکر ہو۔ لہذا یہ حرف ریزہ چند
بدیہ ناظرین کرتا ہوں تاکہ اس تقریر کے دھوکھے میں نہ آجائیں۔ اور اُسی بیٹے پاٹے ہوئے رستہ
پر چلیں جو مراد ہے اس حدیث سے۔ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ مَا تَمَسَّکْتُمْ بِاَمْرَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ
وَسُنَّۃَ نَبِیِّہٖ (موطا امام مالک)۔ اور قسمیہ کہتا ہوں کہ جناب مرزا صاحب سے کسی قسم کا
حسد یا عناد باعث تحریر اس رسالہ کا نہیں ہوا۔ بالتخصیص اگرچہ مرزا صاحب عرصہ سے اُن
مشائخ عظام کو جنکے ساتھ یہ بے ہیچ بھی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ کا تعلق رکھتا ہے باواز بلند اپنی
تالیفات میں القاب مکروہہ سے پکار رہے تھے۔ اس وجہ سے جناب موصوف کو کچھ اگر
لکھا بھی جاتا تو بمقابلہ آپ کی اُس جرارت کے محل شکایت اور موجب گستاخی میں شمار
نہ ہوتا۔ مگر تاہم بخیال اسکے کہ الحمد للہ کوئی شخص اہل اسلام میں سے بمقابلہ اعداء دین
ہنود اور نصارٰی کے کھڑا ہوا ہے۔ گو کہ ہم کو برا ہی کہے۔ ہم نے کچھ نہیں کہا۔ بلکہ
لعن و طعن والوں کو بھی کسی نہ کسی وجہ سے روکنا ہی چاہا۔ ہم تو خود قائل ہیں **بیت**

بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم نہ دادند
تو برون در چہ کردی کہ درون در در آئی

اور خاموشی بمقابلہ ہتک مشائخ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس وجہ سے

نہ تھی کہ اُسکے سننے کو ہم مکروہ اور ہوذی نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ موجب اسکا اتباع مشائخ عظام ہی تھا۔ جو فی الحقیقت اتباع ہے سید الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن سائر المشائخ کا مقولہ ہے۔ **بیت**

آنہا کہ بجائے من بدیہا کردند

گر دست رسد بجز نکوئی نکنم

مرزا صاحب ایام الصلح کے صفحہ ۱۳۲ میں لکھتے ہیں۔ " ایں وقت زیر سقف نیلگوں ہیچ متنفس قدرت ندارد و لاف برابری با من زند۔ من آشکار میگویم و ہرگز باک ندارم۔ اے اہالی اسلام در میان شما جماعتے میباشند کہ گردن بدعوی محدثیت و مفسریت برمے فرازند۔ و طائفہ اند کہ از نازش ادب پا بر زمین نگذارند و گروہے اند کہ دم بلند از خداشناسی زنند و خود را چشتی و قادری و نقشبندی و سہروردی و چہا چہا گویند۔ ایں جملہ طوائف را نزد من بیارید" الخ۔

آپ نے بجا فرمایا۔ وہ لوگ چونکہ مفسر اور محدث اور خدا شناس ہیں تو پھر کیسی لاف زنی اور گردن فرازی اُن سے ظاہر ہو۔ بلکہ وہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ آپ کو بھی اللہ تعالےٰ ایسی لافوں سے بچاوے۔ اور فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ۔ اور بلی عبدنا خضر کیطرف توجہ دلائے۔ **بیت**

خاکساران جہاں را بحقارت منگر

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

بخدائے لایزال ولم یزل اپنی چشمدید عرض کرتا ہوں کہ مشاہیر اور مستورین کو بھی گروہ اہل اللہ سے دیکھا کہ کمالات باطنیہ از قسم مکاشفات وغیرہ اُن کے نفوس مطہرہ سے صِبْغَةَ اللهِ کی رنگت اور کُنْتُ سَمْعَهٗ بِیْ یَسْمَعُ وَبَصَرَهٗ بِیْ یَبْصُرُ کا تماشا دکھلاتے تھے۔ مگر کیا ممکن کہ نظر بر قدم اور ہوش در دم سے گردن اُٹھا کر کسی طرح کا دعوے یا لاف زنی کریں۔ اس گستاخی کے بعد معروض خدمت ہے کہ طالب عرفان کو خصوصیت چہا و چہا سے کیا غرض حصول مطلب چاہیئے جس سے ہو۔ آپ ہی معنے کلمہ طیبہ کا جو اصل ایمان اور عرفان کا ہے۔ فقط ظاہری طور پر فرما دویں۔ محاورہ قرآن کریم میں لفظ اِلٰہ کا در حالت اتصاف بالوحدۃ مثل اِلٰهٌ وَّاحِدٌ کے۔ اور ایسا ہی وقت اضافت کے موحدین کی طرف مثل اِلٰهُكُمْ

وَالٰہَ آبَائِکُمْ مراد اس سے معبود حقیقی ہوتا ہے۔ اور وقت استغراق کے مثل وَمَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اور جمعیت کی مثل لَوْ کَانَ ھٰؤُلَاءِ اٰلِھَۃً مَّا وَرَدُوْھَا اور ایسا ہی وقت اضافت کے مشرکین کیطرف مراد اس سے معبودات ممکنہ مثل اصنام وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ بناءً علیہ لفظ اِلٰہ جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ میں واقع ہے مراد اس سے اِلٰہ ممکنہ ہوں گے۔ اور نیز تقریب بھی اسی صورت میں تام ہوتی ہے۔ کیونکہ براہین خمسہ میں مراد اِلٰہ سے اصنام ہی ہیں۔ مثلاً لَوْ کَانَ فِیْھِمَا اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللہُ لَفَسَدَتَا۔ بعد تعیین ارادہ اصنام کے اِلٰہ سے کلمہ طیبہ میں تقدیر امکان یا وجود کی مستلزم ہے وقوع کذب کو۔ العیاذ باللہ۔ اصل اسلام میں جو کلمہ طیبہ ہے۔ کیونکہ اسوقت معنے یہ ہوگا کہ کوئی فرد افراد معبودات ممکنہ سے یعنی اصنام وکواکب وغیرہ۔ ممکن نہیں یا موجود نہیں۔ اور استیلاء صفاتی بعضہا علیٰ بعض۔ جیساکہ منافی للوجوب بر تقدیر وحدت وجب نہیں ایسا ہی بر تقدیر تعدد بھی نہوگا۔ بناءً علیہ اگر ارادہ استحقاق للعبادۃ کا حقیقی طور پر جو مساوق للوجوب ہے عنوان موضوعی یا محمولی سے بھی کیاجائے تو مستلزم لَمَا کَانَتَا یا لَفَسَدَتَا کو نہیں ہوسکتا۔ اور ازلیت امکان چونکہ مستلزم ہے امکانِ ازلیت کو مادہ وجوب ہیں۔ لہٰذا ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ جو نقیض ہے فرد سالبہ کلیہ کی۔ یعنی لَآ اِلٰہَ موجود بالضرورۃ کی (العیاذ باللہ) صادق ہوگا۔ الغرض تقدیر ممکن یا موجود یا مستحق زعمی کی مستلزم ہے۔ وقوع کذب کو مدعٰی ہیں۔ اور ارادہ استحقاق وقعی کا مقتضی ہے بطلان براہین کو۔

اس تقریر سے ناظرین کی پر ظاہر ہوگیا ہوگا کہ جواب تفتازانی اور شیخ اکبر وغیرہ علماءؒ کا دفع اشکال مذکور میں مفید نہیں۔ جواب اسکا حسب محاورہ قرآنیہ چاہیئے۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ فرق کرنا تفاوت فیما بین الذوات اور تفاوت فیما بین الصفات میں بعد اشتراک فی الوجوب کے مفید نہ ہوگا جیساکہ وجوب بالذات اور بالغیر ہیں۔ کیونکہ یہ مجوز ہے سلب صفات کو ذات واجبیہ سے فی مرتبۃ من المراتب۔ ایسی گفتگو کہ جس سے خودنمائی کی بُو آئے۔ شانِ عیسویت اور وضع مہدویت کو ہرگز شایاں نہیں۔

حضرات ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ دوبارہ متوجہ ہونا اس بے ہیچ کا اس امر غیر معتاد کیطرف جسکو آجکل بڑا کمال سمجھا جاتا ہے مشروط ہے بایں شرط کہ اگر کوئی صاحب برخلاف مضامین مسطورہ رسالہ ہذا کے اپنے مسلک کو یا تو تفاسیر معتبرہ سے مثل ابن جریر و ابن کثیر کے جن میں روایات صحابہ کرامؓ بالاسناد مذکور ہوں۔ اور احادیث صحیحہ سے ثابت کرے اور یا فقط قرآن کریم سے حسب استنباط اپنے کے مدعٰی کو مدلل کرے

جسکو علما ثقات فصحا و بلغا قبول فرمائیں۔ نہ کہ مثل ازالہ اور ایام صلح وغیرہ کے جنکی نقل اور استنباط دونوں میں غلطی اور سقم ہے۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِىْٓ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ۔ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صلعم اَللّٰهُمَّ اَفْرِجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صلعم وَاغْفِرْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صلعم رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى الْمَظْهَرِ الْاَتَمِّ لِاِسْمِكَ الْاَعْظَمِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ سَيِّدِنَا اَبِى الْقَاسِمِ صلعم وَاٰلِهٖ وَعِتْرَتِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

سوال۔ کیا ہے عقیدہ اجماعیہ اہل اسلام کا درباره مرفوع ہونے یعنے اُٹھائے جانے مسیح بن مریم کے آسمان پر۔ **جواب**۔ کافہ اہل اسلام مسیح بن مریم کو مرفوع الی السماء بجسدہ العنصری مانتے ہیں۔ الّا بعض اہل تحقیق کہ جسم برزخی کے قائل ہیں۔ مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں۔

سوال۔ یہ عقیدہ محض اجماع کورانہ اور لَا اَصْلَ لَہٗ ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے یا کوئی دستاویز قرآن اور حدیث سے بھی رکھتا ہے۔ **جواب**۔ آیۃ کریمہ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًاۢ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ نص صریح ہے رفع جسمی میں **سوال** بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے رفع روحانی مراد ہے بشہادۃ محاورہ قرآنیہ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

جواب۔ کلمہ بَلْ آیۃ مذکورہ میں جسکا ترجمہ "بلکہ" ہوتا ہے ابطال ماقبل کے لئے ہے یعنی اللہ تعالے زعم یہود کو جو عیسے بن مریم کی مقتولیت اور مصلوبیت کے قائل تھے باطل کرتا ہے۔ اور ماقبل اور مابعد بل اضرابیہ ابطالیہ کے متضاد ہوتے ہیں یعنی دونوں معًا متحقق نہیں ہوتے۔

فائدۂ جلیلہ } قولہ تعالی وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًاۢ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ منجملہ اقسام قصر الموصوف علی الصفتہ کی ایک قسم ہے یعنی قصر قلب کلمۂ بل کا مفرد میں اضراب یعنی اعراض کے لئے ہوتا ہے۔ اگر بعد امر یا اثبات کے واقع ہو تو اثبات حکم کا مابعد کے لئے کریگا اور معطوف علیہ کو کالمسکوت عنہ کردیگا۔ اور بعد نفی یا نہی کے حکم اول یعنی منفی یا منہی کو بر حال خود رکھیگا اور ضد اس حکم کی مابعد کے لئے ثابت کریگا۔ جیسے قَامَ زَيْدٌ بَلْ عَمْرٌو اور لِيَقُمْ بَكْرٌ بَلْ خَالِدٌ۔ پہلی مثال میں قیام کا اثبات عمرو کے لئے ہوگا نہ زید کے لئے کیونکہ عمرو بل کے مابعد واقع ہوا ہے اور ماقبل اسکے قَامَ زَيْدٌ مقولہ غلطی پر مبنی ہے۔ اور دوسری مثال لِيَقُمْ بَكْرٌ میں طلب قیام خالد

ہے کہ قول بل بمعنی ... [illegible] ۱۱ سے ۱۲

ع۔ لم اکن فی مربعہ بل تیماً۔ لا تضرب زیداً بل عمروا۔ اور جس صورت میں مابعد بل کے جملہ ہو تو ابطال جملہ اُولیٰ اور اثبات جملہ ثانیہ کے لئے ہوگا۔ قولہ تعالیٰ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ یا انتقال من غرض الیٰ غرض آخر پر دال ہوگا۔ قولہ تعالیٰ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔ یہ بھی معلوم ہو کہ بَلْ دونوں صورتوں یعنی مفرد و جملہ میں عطف کے لئے ہوتا ہے بنابر تحقیق۔ اور مشہور عند النحاۃ عاطفہ ہونا اسکا مختص بالمفرد ہی ہے۔ یعنے جس صورت میں کہ بعد اُسکے مفرد واقع ہو۔ اور جملہ میں حرف ابتدا کا ہوگا۔ بنابر مشہور بَلْ مشترک ٹھہرا عطف اور ابتدا میں۔ اور ظاہر ہے ذکی ماہر پر کہ:۔ عدم اشتراک صحیح ہے بہ نسبت اشتراک کے۔ فقط بودے لوگ سرسری جو امتیاز درمیان معنے وضعی اور اُسکے افراد میں نہیں کر سکتے جب استعمال لفظ کا افراد میں بھی معنی وضعی مطلق کیطرح پاتے ہیں تو اُنکو وہم کھا اشتراک اللفظ بین المطلق والافراد کا لگ جاتا ہے، بلکہ فرد معیّن ہی کو بلحاظ کثرت استعمال کے موضوع سمجھ لیتے ہیں جیساکہ آجکل اردو خوانوں کو لفظ تَوَفّی میں وہم کھا لگا ہوا ہے۔ بیان اسکا عنقریب آئیگا۔ کلمہ بَلْ کا موضوع لہٗ فقط اعراض ہے۔ پہلے کا مسکوت عنہ کرنا یا تقریر اُسکی۔ علیٰ ہذا القیاس ابطال ذات پہلے کی یا انتقال غرض سے۔ یہ سب انواع ہیں اعراض کے لئے جو معنے وضعی ہے (بحر العلوم مسلم الثبوت) الغرض کلمہ بَلْ کا بنابر تحقیق ہذا آیۃ مذکورہ میں حرف عطف ٹھہرا ابطال جملہ اُولیٰ یعنے قَتَلُوْهُ کے لئے۔ اور منجملہ طرق قصر کے قصر بالعطف بھی ہے جس میں متکلم پر واجب ہے کہ نص علی المثبت والمنفی کرے۔ کیونکہ مطلق کلام قصری کو متکلم تمیز بین الخطاء والصواب کے لئے بولتا ہے تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں جو خلط بین الصواب والخطاء ہے نکل جاوے اور بالخصوص قصر بالعطف میں کسی طرح ترک کرنا تصریح کا جائز نہیں۔ مانحن فیہ میں یہود کا اقرار دو وجہ سے تھا۔ ایک مسیح کا بذریعہ صلیب کے مقتول کہنا۔ دوسرا اُس مقتولیت کو محقق بولنا یعنی اِنَّا قَتَلْنَا سے تعبیر تاکیدی کرنی۔ وجہ اوّل کو متکلم بلیغ نے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ سے رد کیا۔ دوسرے کو وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے۔ اب اگر بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کو کنایہ اعزاز و اکرام سے کہا جاوے جیساکہ مرزا صاحب دَرَا فِعُكَ اِلَيَّ میں فرماتے ہیں تو بمقتضائے قصر قلب کے چاہیئے کہ مابعد بَلْ یعنی اعزاز اور ماقبل اسکا یعنی مقتولیت مجتمع نہ ہوں مع آنکہ مقتول مومنین میں سے ظلماً اعلیٰ درجہ کا معزز و مکرم عند اللہ ہوتا ہے۔ قصر قلب میں اگرچہ تنافی بین الوصفین بنابر تحقیق ضروری نہیں۔ مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دوسری وصف کے لئے نہایت ہی ضروری ہے تاکہ مخاطب کا اعتقاد برعکس ماذکرہ المتکلم کے متصور رہو۔

اور اگر رفع سے مراد موت طبعی بعد واقعہ صلیب بعرصہ دراز مثل مزعوم مرزا صاحب کے لی جاوے تو
بحسب مضمون بالا کے تصریح یہ بل بقی حیا ثم توفّہ اللہ ورفعہ الیہ کی ضروری ہے ورنہ فصاحت
اور بلاغت قرآن کریم میں جو اعلیٰ وجوہ اعجاز اُسکے سے ہیں خلل واقع ہوگا متکلم بلیغ کی شان سے بالکل بعید
ہے کہ مقتضائے مقام یعنی تمیز ضروری کو چھوڑ کر مزید براں ایسی کلام بولے جسکا معنے بحسب التبادر
مخالف ہو معنے مراد سے۔ کیونکہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے تحقق رفع در وقت واقعہ صلیب یا قبل اُسکے
بحسب محاورہ قرآنیہ وغیرہ مفہوم ہوتا ہے۔ دیکھو بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ جو بعد اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ
کے واقع ہے۔ اور ارادہ موت طبعی کا رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے مع زعم تحقق اُسکے قبل از واقعہ صلیب مستلزم ہے
وقوع کذب کو کلام الٰہی میں (العیاذ باللہ لانتفاء المحکی عنہ)۔ بعد از قطع احتمالات مذکورہ آیۃ بَلْ رَّفَعَهُ
اللّٰهُ اِلَيْهِ کی محکم ٹھہری رفع جسمی مسیح میں۔ لہذا اہل لسان اور محاورہ دان صحابہ اور سلف نے (رضوان اللہ علیہم
اجمعین) رفع جسمی کو آیۃ ہذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنے میں اختلاف مروی
نہیں۔ اور اسی وجہ سے یعنی چونکہ محکم ہے رفع جسمی میں تو مخصص ہوگی واسطے اُن آیات اور احادیث کے
جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفات مسیح پر مثل قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور مَا مِنْ نَفْسٍ
مَنْفُوْسَةٍ الخ وغیرہ وغیرہ۔ اور یہی آیۃ قرینہ صارفہ ہے ارادہ کرنے معنے موت کے تَوَفَّيْتَنِيْ سے اور
مُتَوَفِّيْكَ سے بر تقدیر عدم تقدیم و تاخیر کے اور یہی آیۃ باواز بلند کہہ رہی ہے کہ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ
فِيْهِمْ میں حیاً ملحوظ نہیں ہے۔ اور یہی آیۃ قرینہ ہے حدیث فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ الخ
میں فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ سے معنے غیر موت کا لینے کے۔ اور یہی آیۃ قرینہ ہے حدیث لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَ
عِيْسٰى حَيَّيْنِ الخ میں بر تقدیر صحت کے حیات سے حیات فی الارض مراد لینے کی۔ اور یہی آیۃ بعد از قطع
احتمالات مذکورہ کے استبعاد عقل انسانی کو جو در بارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے بجسدہ العنصری آسمان پر
تھا زائل کر رہی ہے ❁ ھذہ الآیۃ تکفی جوابا لجمیع السوالات وان اجبنا لکل سوال تبرعاً۔
محاورہ قرآن کریم و عرف بغیر تخصیص بلغۃ دون لغۃ اسپر شاہد ہیں۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ
ولدیت اور عبودیت متنافی ہیں محقق ہیں۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ۔ مجنونیت اور
اتیان بالحق یعنی منجانب اللہ حق کو عباد کیطرف لانا متضاد ہیں۔ مثلاً۔ زید کو میں نے مارا نہیں بلکہ
اُسکو عزت دی۔ عمر کو میں نے بھوکا نہیں چھوڑا بلکہ پیٹ بھر کے کھلایا۔ مارنا اور عزت دینی ایسا ہی

بھوک اور سیری ہی باہم متضاد ہیں۔ بعد تمہید ہذا آیت وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ میں بھی حسب مقتضیٰ کلمہ بَلْ مقتولیت اور مرفوعیت یعنی مسیح کے مارے جانے اور اٹھائے جانے میں منافات اور عدم اجتماع فی التحقیق چاہیئے۔ اور ظاہر ہے کہ مابینِ[1] مارے جانے اور اٹھائے جانے روح کے آسمان کی طرف کچھ منافات نہیں۔ دونوں امر معًا پائے جاتے ہیں۔ مقرّبین میں سے جو قتل کیا جاتا ہے اُن کی روح بھی عالم عُلوی کو اٹھائی جاتی ہیں۔ اب بالضرور رفع جسمانی لینا پڑیگا کیونکہ مسیح کے قتل جسمی اور رفع جسمی دونوں میں تضاد اور تنافی ہے۔ اگر جسم مسیح یہود کے ہاتھ میں مقتول ہو تو وہی جسم عالم بالا کی طرف مرفوع نہ ہوا۔ اور اگر مسیح بجسدہ العنصری بحفظ وامان اٹھائے گئے تو یہود کے ہاتھ میں مقتول نہیں ہو سکتے۔ اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ رَفَعَہُ اللّٰہُ میں رَفَعَ جو صیغہ ماضی ہے اسکی ماضویت کسکی نسبت ہے۔ اسکا ماضی ہونا بہ نسبت ماقبل بَلْ کے ہے جسکو باطل کرنا منظور ہے۔ وہ کیا۔ قَتَلُوْہُ۔ اس امر کو ہم قرآنی شہادت سے ثابت کرتے ہیں۔ دیکھو بَلْ جَآءَهُمْ

---

[1] قولہ مابین الخ توضیح مقام آنکہ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ یا تو کنایہ ہوگا اعزاز اور رفع منزلت سے جیسا کہ مرزا صاحب بشہادت محاورہ اور حوالہ کتب لغت لیتے ہیں۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ قتل اور تقرب الٰہی میں تضاد نہیں بلکہ قتل اور شہادت موجب مستقل ہے رفع منزلت عند اللہ کے لئے سوائے نبوت کے۔ اور یا مراد اس سے رفع روحی بطریق موت طبعی کے ہوگا بقرینہ وعدہ توفی۔ یعنی یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ فقط لفظ متوفیک اگرچہ مطلق موت پر دال ہے عام اس سے کہ اپنے آپ ہو یا بمباشرت قتل کے لیکن حصر جو مستفاد ہے ضمیر متکلم کے مسند الیہ اور صیغہ مشتق کے مسند بنانے سے مفید ہے موت طبعی کا۔ اس تقریر پر اگرچہ تضاد متحقق ہے مگر لحاظ اسکے کہ ماضویت توفی اور رفع کی۔ بل توفّٰہ اللّٰہ ورفعہ اللّٰہ الیہ میں بہ نسبت ماقبل کلمہ بَلْ کے ہوتی ہے چاہیئے کہ موت طبعی مسیح کی قبل از واقعہ قتل وصلیب زعمی متحقق ہو حالانکہ کوئی مورخ نہ اسلامی اور نہ غیر اسلامی اسکی شہادت نہیں دیتا۔ بلکہ ابن عباس اور سائر اہل اسلام قاطبةً الیٰ یومنا ہذا رفع جسمی مسیح کے قبل از واقعہ صلیب کے قائل ہیں۔ تفسیر نقلی صحابی کی جزئیہ حکم مرفوع میں ہوتی ہے۔ بنا۶ علیہ ہر مسلمان کے لئے واجب التسلیم اور ضروری القبول ہوگی۔ کیسے نہ ہو۔ رفع جسمی قبل از واقعہ صلیب [2] مضمون جو اثر ابن عباس میں عنقریب آئیگا نہ تو معتقد یہود اور نصاریٰ کا تھا تا کہ احتمال روایت ابن عباسؓ کا اہل کتاب سے ہو۔ اور نہ خود ابن عباسؓ اس مضمون کو اپنے اختراع سے پیدا کر سکتے ہیں لہذا یہی ماننا پڑیگا کہ بالضرور ابن عباسؓ نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے۔ اور مورخ غیر اسلامی یعنی یہود ونصاریٰ موت بالقتل والصلیب مسیح کے قائل ہیں اور مرزا صاحب موت طبعی بعد از واقعہ صلیب کے معتقد ہیں۔ حسب زعم ان کے بَلْ بَقِیَ حَیًّا ثُمَّ تَوَفَّاهُ اللّٰہُ وَرَفَعَہُ اِلَیْہِ چاہیئے تھا۔ الحاصل تقدیر مذکور مستلزم ہے فقدان محکی عنہ کی وجہ سے وقوع کذب کو۔ العیاذ باللہ۔ آیت مذکورہ میں بعد ابطال احتمالات مذکورة الصدر کے یہی متعین ہوا کہ مراد رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے رفع جسمی ہے اور تَوَفَّاهُ اللّٰہُ سے جو قبل از رَفَعَہُ اللّٰہُ کے بقرینہ وعدہ مقدر ہے معنے قَبَضَہُ اللّٰہُ کا۔ آیۃ مذکورہ جیسا کہ نص ہے ابطال اقرار یہود اور رفع جسمی مسیح میں ایسے ہی قرینہ صارفہ ہے ارادہ معنے موت کے لئے مُتَوَفِّیْكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے۔ اور یہی وجہ ہے قول بالتقدیم والتاخیر کی۔ آیۃ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ میں بر تقدیر ارادہ معنے موت کے مُتَوَفِّیْكَ سے۔ باقی رہا یہ زعم کہ لفظ توفّی کا قرآن کریم میں فقط معنے موت ہی میں مستعمل ہے یہ صرف سادہ لوحوں اور بودوں کا خیال ہے۔ اسکی تحقیق عنقریب آئیگی۔ انشاء اللہ۔ ۱۲

بِالحق لانا آیات قرآنی کا منجانب اللہ پہلے ہوا۔ بعدازاں نسبت جنون کی کفار نے آپ کی طرف کی۔
اب بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے ثابت ہوا کہ تحقق رفع قبل از تحقق قتل زعمی یہود کے ہوا ہے۔ یعنی
پہلے جسم مسیح بحفظ وامان آسمان کیطرف اُٹھایا گیا۔ بعدازاں یہود نے اُنکی شبیہ کو قتل کیا۔ اور
بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کو قیاس يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ الخ پر کرنا بیجا ہے۔ کیونکہ اس میں خطاب
نفس کیطرف ہے نہ جسم مع الروح کو۔ بخلاف بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے۔ کہ مرجع ضمیر منصوب متصل کا
یعنی رفع میں جو ضمیر ہے وہ ہی مرجع ہے جو ماقبل اسکے مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کے لئے ہے یعنی جسم مع الروح
یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ اصل واقعہ میں یا اُس کے علم میں تغیر کا ہونا اس امر کو نہایت دخل ہے
کلام کے حقیقت یا مجاز ہونے میں۔ ایک ہی کلام کبھی حقیقت ہوتی ہے یعنے مراد میں جب اصل واقعہ
اعتقاداً یا بحسب نفس الامر ایک طرح ٹھہرایا جائے اور اسی کلام کو بعینہ افراد مجاز میں سے شمار کیا جاتا ہے
جس حالت میں کہ اصل واقعہ دگرگوں قرار دیا جائے۔ مثلاً اَنْبَتَ الرَّبِيْعُ الْبَقْلَ یعنے موسم ربیع نے ترکاری
اُگائی۔ جس حالت میں کہ قائل اسکا مومن ہو۔ مجاز ہوگا کیونکہ وہ اسناد ہے الی غیر ما ہو لہٗ عند المتکلم۔ اور یہی
قول حقیقت کی امثلہ میں شمار کیا جائیگا۔ جبکہ قائل اسکا جاہل ہو۔ یعنی وہ شخص جسکے اعتقاد میں فی الواقع
اُگانے والی موسم ربیع ہے۔ کیونکہ حسب اعتقاد اسکے اسناد فعل کی الی ما ہو لہٗ اس کلام میں واقع ہے
اقسام اس بحث کے بہت ہیں۔ ناظرین کی ملالت اور تشویش کے باعث اسی پر اکتفا کیجاتی ہے۔
ایسے کشف فلان عن ساقہ۔ فلانے نے اپنی پنڈلی سے پردہ اُٹھایا۔ جس حالت میں کہ فلانے
نے فی الواقع اپنی ساق کو بروقت گذرنے کے پانی سے یا کسی اور تقریب سے برہنہ کیا۔ یہ کلام حقیقت
ہوگی۔ یعنے لفظ کشف اور ساق اپنے اپنے معنے حقیقی میں مستعمل ہوں گے۔ اور در حالتیکہ فلانے نے
پنڈلی کو برہنہ نہیں کیا۔ بلکہ کسی کام کی تیاری میں مصروف ہو رہا ہے۔ اُسوقت یہی کلام
کشف فلان عن ساقہ کنایہ ہوگی مستعد ہونے سے اس کام پر۔ اب اگر کوئی ظاہر بین اردو خوان
نام کا مولوی کسی کتاب میں دوسرے معنے کو جو حسب محاورہ ہے معنے کنائی اور کلام مذکور کو کنایہ
لکھا ہوا دیکھکر منحصر ہونا اس کلام کا معنے استعداد ہی میں بشہادت محاورہ سمجھ لے تو منشا اسکا بجز
جہالت کے اور کیا ہے۔ لفظ رفع کا صلہ جب الیٰ واقعہ ہو تو بہرحال اُسکو اسی معنے میں یعنی کسیکو کسیکے
ساتھ نزدیک کرنا اور مرتبہ دینا منحصر سمجھنا بشہادت محاورہ جس کو اہل لغت نے بھی بیان کیا ہے اسی قبیل سے

ہے جو بیان کرچکا ہوں یعنی جہالت ہے۔ حدیث شریف میں یہی محاورہ ہے۔ فرفعہ الی یدہ۔ ای رفعہ الی غایۃ طول یدہ لیراہ الناس فیفطرون (مجمع البحار) رفع جسمی میں وارد ہے۔ بغیر رفع منزلت کے ایسا ہی یرفع الحدیث الی عثمان۔ اور یرفعہ الی النبی صلعم۔ اور ایسا ہی یرفع الیہ عمل اللیل قبل عمل النہار۔ ای الی خزائنہ لیضبط الی یوم الجزاء (مجمع البحار)۔ ان سب میں یہی محاورہ اُٹھانے چیز میں بعینہ جوہر ہو یا عرض مدخول الیٰ کیطرف مستعمل ہے۔ بغیر ارادہ رفع مرتبہ کے۔ مانحن فیہ میں جب اثر صحیح ابن عباس وغیرہ کا دربارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے اور نص بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کی جو کئی وجوہ سے شہادت رفع جسمی مسیح پر دیتی ہے عنقریب بیان ہوں گے۔ تو پھر اصل واقعہ کو خیال نہ کرنا اور رفع کو فقط رفع بحسب المرتبہ میں منحصر سمجھ لینا خطا در خطا ہے۔ ایک تو صاحب مراح وغیرہ کی غرض نہ تھی۔ اُنہوں نے تو استعمال رفع کا درحالت صلہ واقع ہونے الیٰ کے۔ معنے رفع منزلت اور علو قدر میں ذکر کیا یعنی لفظ رفع کا اس حالت میں معنے مذکور میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی بشرط مطابقت اصل واقعہ اور ارادہ اس معنے کے نہ یہ کہ جہاں رفع کا صلہ الیٰ ہو بالضرور رفع منزلت بغیر رفع جسمی کے مدلول لفظ رفع کا ہوگا۔ اگرچہ ارادہ متکلم کا اوا کرنے معنے رفع جسمی کا بعبارت مذکورہ بھی ہو۔ کشف عن الساق کو جو کنایہ ہے بحسب محاورہ تیار ہونے سے ٹھہراتے ہیں۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ کسی وقت معنی حقیقی پر دال نہ ہوگا۔ الغرض صلہ الیٰ قرینہ صارفہ ارادہ معنے رفع جسمی سے نہیں بلکہ مجوزہ ہے ارادہ معنے رفع منزلت کے لئے بروقت موجود ہونے قرینہ صارفہ کے۔ یعنی لفظ رفع سے مراد رفع بحسب المرتبہ نہ ہوگا مگر اُسی صورت میں کہ صلہ اسکا کلمہ الیٰ واقع ہو نہ بالعکس۔ یعنی یہ نہیں کہ جس جگہ صلہ اُسکا الیٰ ہو اُسجگہ بغیر اس رفع منزلت کے رفع جسمی پر دال نہ ہوگا۔ مطلقہ عامہ کو محصورہ کلیہ سمجھ لیا۔ دوسری خطا یہ ہے کہ رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں تباین کلی اور منافاۃ فی التحقق سمجھ لی۔ حالانکہ مانحن فیہ میں تو رفع جسمی کی صورت میں رفع بحسب القدر بالاولیٰ اور بالاحسن معلوم ہوتا ہے۔ اس تحقیق سے ناظرین کو اچھی طرح مرزا صاحب اور اُنکے مخلصین کا دھوکا کھانا معلوم ہوسکتا ہے۔ القول الجمیل لتصدیق المثیل کے صفحہ ۵۹ کو ملاحظہ کریں۔ مرزا صاحب اور اُنکے اتباع فرماتے ہیں کہ قرآن یا حدیث میں لفظ سماء جسکا معنے آسمان ہے متعلق رفع اور نزول مسیح کے نہیں آیا یعنی رفعہ اللّٰہ الی السماء اور ینزل من السماء۔ بھلا صاحب یہ تو

ف معنے کنائی حقیقی کیساتھ جمع ہوسکتا ہے نہ مجازی۔ ۱۲ مطول۔

فرماتے ہے کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ جسکا مدلول خدا کی طرف مرفوع ہونا ہے۔ رفع روحانی ہی سہی کس طرح متحقق ہوگا۔ اور ایسا ہی اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ اپنے رب کیطرف رجوع نفس کی کیا صورت ہوگی۔ اور اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ میں چڑھ جانا کلمات طیبہ اور عمل صالح کا مرفوع ہونا خدا کی طرف کیسے ہوگا۔ یہی تو فرماوینگے جیسا احادیث میں وارد ہے کہ خدا کیطرف مرفوع ہونا۔ یا رجوع ہونا یا چڑھ جانا۔ اسکی یہی صورت ہے کہ آسمان کو جو محل ہے عباد مکرمین کا قرارگاہ انکی بنائی جائے۔ نہ کہ سوائے آسمان کے زمین میں یا آسمان اور زمین دونوں سے باہر رکھدیا جائے۔ ایسا ہی رفع جسمی کی صورت میں بھی لفظ اِلَیْهِ کا ملاحظہ فرماکر سماء کو مذکور سمجھیں۔ پس رفع الی اللہ اور رفع علی السماء۔ ایسا ہی رجوع الی الرب اور صعود علی السماء متساوق فی المعنے ہیں احادیث میں تو صراحتہً بھی آگیا ہے رسالہ ہذا میں عنقریب ناظرین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ آیۂ مذکورہ یعنی بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ جیسا کہ اثبات رفع جسمی مسیح اور ابطال افتراء یہود کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الخ کہتے تھے۔ اور تردید عقیدۂ نصاریٰ باتباع یہود فرمارہی ہے۔ ایسا ہی تکذیب عقیدہ فرقہ نیچریہ اور مرزائیہ کی بشہادت سیاق وآثار صحابہ واحادیث صحیحہ کررہی ہے۔ احادیث صحیحہ کے نام لینے میں میں بھول گیا ہوں۔ حضرت سائل تحقیق اور استفسار سے ہی نہ رہ جائیں کیونکہ انکے اصول موضوعہ میں سے تقابل قرآن اور حدیث صحیح بھی ہے۔ اس مغالطہ سے بڑے کام نکلتے ہیں۔ جب عوام کالانعام سے مخاطب ہوکر پوچھتے ہیں کہ بتاؤ میاں خداوند کریم کی کلام پاک مقدم ہے یا بندہ کی۔ ناچار مخاطبین حسب لیاقت اپنی کے یہی بول اُٹھتے ہیں کہ خدا کی کلام اور بندہ کی کلام میں اتنا فرق ہے جسقدر کہ دونوں متکلموں کا آپسمیں یعنی خدائے عزوجل اور بندہ میں۔ خدا خدا۔ اور بندہ بندہ۔ یہ کوئی نہیں کہتا۔ اجی حضرت! آپ سوال تقدیم وتاخیر من حیث العظمۃ والمنزلت سے فرمارہے ہیں یا من حیث التفصیل والبیان سے۔ اگر من حیث العظمۃ ہے تو سب اہل اسلام کلام الٰہی کو زائد العظمۃ مانتے ہیں۔ لہذا نماز کا رکن کلام الٰہی ہوسکتی ہے نہ حدیث۔ اور اگر بجہت التفصیل وتشریح فرماتے ہیں تو حدیث شریف مقدم ہے۔ کیا معنے کہ پہلے مضمون تفصیلی حدیث شریف ہمارے اذہان میں آیگا تب اجمال آیت کو ہم سمجھیں گے۔ ہاں صحت میں غور کرنی نہایت ضروری ہے۔ اُس رحمۃ للعلمین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو حکیم مطلق

الاتدرکہ الابصار نے اسی لئے برزخ مابین اپنے اور ہمارے قرار دیا ہے کہ برزخ کی پرلی طرف کی بات برزخ ہی کے منہ مبارک سے بعد تشریح سن لیویں۔ کیونکہ جیساکہ قولہ تعالیٰ اَنزَلَ عَلٰی عَبدِہِ الکِتَابَ وَلَم یَجعَل لَہٗ عِوَجًا۔ اور اِنَّا اَنزَلنَا اِلَیکَ الکِتَابَ بِالحَقِّ لِتَحکُمَ بَینَ النَّاسِ بِمَا اَرٰکَ اللّٰہُ وَلَا تَکُن لِلخَائِنِینَ خَصِیمًا۔ اور وَمَا اَنزَلنَا عَلَیکَ الکِتَابَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَھُمُ الَّذِی اختَلَفُوا فِیہِ وَھُدًی وَّرَحمَۃً لِّقَومٍ یُّؤمِنُونَ۔ اور وَاَنزَلنَا اِلَیکَ الذِّکرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیھِم وَلَعَلَّھُم یَتَفَکَّرُونَ۔ اور حدیث شریف اَلَا اِنِّی اُوتِیتُ القُراٰنَ وَمِثلَہٗ مَعَہٗ۔ یعنی اَلسُّنَّۃَ اسی برزخ سے مخصوص ہے۔ ایساہی ذمہ واری اِنَّ عَلَینَا جَمعَہٗ وَقُراٰنَہٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَینَا بَیَانَہٗ۔ اسی کو شایان ہے فسبحان من خلقہ واجملہ واکملہ وعلمہ وادبہ فاحسن تادیبہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ فرقہ مرزائیہ عیسے بن مریم کے مصلوب ہونے یعنے سلیب پر چڑہانے کے یہود اور نصاریٰ کیطرح معتقد ہیں۔ فقط صلیب پر مرجانے میں باہم مختلف ہیں۔ یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح صلیب پر مر گئے۔ اور مرزائیہ صلیب سے زندہ اُتار کر بعد ۸۷ سال کے کشمیر خاص سرینگر میں دفن کرتے ہیں۔ ایام الصلح ص۱۱۲۔ اس کا بطلان رَفَعَہُ اللّٰہُ کی ماضویت سے جو بہ نسبت ماقبل بَل یعنی مَا قَتَلُوہُ وَمَا صَلَبُوہُ کے ثابت کیگئی ہے اصل کتاب اور فائدہ جلیلہ سے جو منہیہ میں لکھ چکا ہوں۔ بخوبی ناظرین معلوم کر چکے ہیں۔ اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ مراد ماقبل بَل سے نفس قتل اور صلب ہے۔ قطع نظر منفی ہونے اسکے سے کیونکہ نفی حکایت میں ہے نہ محکی عنہ میں۔ اس تقریر سے جو صراحۃً نظم قرآنی سے سمجھی جاتی ہے ظاہر ہو گیا کہ سید احمد صاحب اور مرزا صاحب اور مصنف تفسیر حضرت شاہی کو مَا صَلَبُوہُ کے معنے میں جو ان صاحبوں نے روایات اناجیل کے ملاحظہ سے لیا ہے سخت دھوکھا ہوا۔ کہتے ہیں مَا صَلَبُوہُ یعنے یہود نے مسیح کی ہڈیوں کو نہ توڑا۔ ازالہ اوہام ص۳۷۵ سے ص۳۸۲ تک تفسیر حضرت شاہی ص۱۹ فتامل۔ ایساہی استشہاد میں معنے مذکور پر ساتھ عبارت قاموس کے وَالعِظَامَ اِستَخرَجَ وَدَکَھَا۔ اور اس حدیث کے لَمَّا قَدِمَ مَکَّۃَ اَتَاہُ اَصحَابُ الصُّلُبِ۔ بسکون اللام وضمہا وفتحہا ای الذین یجمعون العظام ویستخرجون ودکھا ویأتدمون بہ۔ کیونکہ قاموس کی عبارت کا مفہوم چکنائی کا نکالنا اور شوربا بنانا ہے۔ اور اگر ہڈیوں کا توڑنا بخیال اسکے کہ شوربا بغیر اس کے

نہیں بن سکتا صلب کا معنے قرار دیا جائے تو چاہیئے کہ موت طبعی اُس جانور کی یا ذبح اُس کا بھی مدلول اُسکا ٹھہرایا جائے۔ اور حدیث میں لفظ اصحاب الصلب سے معنے مذکور سمجھا گیا۔ کیونکہ صلب کا معنی چکنائی ہو اصحاب الصلب کا معنی چکنائی والے لوگ ہڈیوں کا توڑنا نہ تو لفظ اصحاب کا مدلول ہے اور نہ صَلب کا۔ دیکھو قاموس اور مجمع البحار۔ صلیب پر چڑہانے میں تو نظم قرآنی اور احادیث نزول کو جو استلزاماً رفع جسمی کی خبر دے رہی ہیں ان سب کو سلام کہکر روایات اناجیل سے کام لیا۔ بعد از واقعہ صلیب مسیح کا زندہ رہنا اور عرصہ دراز کے بعد کشمیر میں مدفون ہونا۔ اس میں اناجیل کو بھی چھوڑا۔ بطلان اس مذہب خانہ زاد کا آیۃ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے بشہادت کلمہ بل **ایک وجہ** سے تو ظاہر ہو چکا ہے۔ **دوسری وجہ** بطلان کی اتحاد مرجع ہے دونوں ضمیروں منصوب متصل کا جو واقع ہیں مَا قَتَلُوْهُ اور بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں۔ مَا قَتَلُوْهُ میں مرجع ضمیر کا چونکہ جسم مع الروح ہے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں بھی نظر بہ اتحاد وہی مجموع مرجع ہوگا نہ فقط روح۔ **تیسری وجہ** بطلان کی یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سلک جرائم یہود میں فقط افترا اور بہتان اُسکا ذکر فرماتا ہے۔ یعنی وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ فرمایا۔ اور فقط ذکر قتل یا صلیب پر چڑہانے کا بغیر انضمام قول کے نہیں کیا یعنی وقتلہم المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وصلبہم نہیں فرمایا۔ صلیب پر چڑہانا اور کوچہ بکوچہ رسوا کرنا اور مارپیٹ سے تکلیف دینا یہ تو بڑا سنگین جرم اور موجب غضب الٰہی ہے۔ بہ نسبت اسکے کہ فقط افترا، یا جھوٹ بولا یا ہو۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع مسیح مقتول اور مصلوب نہ تھے بلکہ ایک اور شخص مسیح کے حواریوں میں سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔ یعنی یہود نے مشورہ مسیح کے قتل کرنے کا کیا تھا۔ مگر ہم بڑے اسباب بچاؤ کے جانتے ہیں۔ مسیح کو تو ہم نے اُٹھا لیا اور اسکی شبیہہ کو مقتول اور مصلوب کرایا۔ یہود نے حسب زعم اپنے کے یہ کہنا شروع کیا کہ ہم نے مسیح ابن مریم کو جو رسول منجانب اللہ کہلاتا تھا مصلوب کر کے مار ڈالا۔ مگر یہود اس قتل مسیح کے بارہ میں مشکک تھے۔ اور نصاریٰ بھی باتباع یہود مسیح کی مقتولیت اور مصلوبیت کے قائل ہوئے۔ بغیر اُن چند حواریوں کے جو اس گھر میں جس میں سے مسیح مرفوع الی السماء ہوئے موجود تھے۔ القصہ اللہ جلشانہٗ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلعم کو اس واقعہ سے خبر دی کہ یہود اس قول میں کہ

اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ مفتری ہیں اور یقینی طور پر اِنَّا قَتَلْنَا نہیں کہتے۔ بلکہ اس میں بھی مشکک ہیں۔ اور واقعی امر تو یہ ہے کہ مسیح کو انہوں نے مقتول اور مصلوب نہیں کیا۔ بلکہ اُسکے شبیہہ کو۔ اور مسیح کو تو ہم نے انکی ایذا سے بچانے کے لئے آسمان پر اُٹھا لیا۔ اسکے بعد فرمایا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا یعنے یہ خیال مت کرو کہ جسم عنصری آسمان پر کسطرح جاسکتا ہے۔ کیونکہ ہمارا نام عزیز ہے باعزت اور باغلبہ اور ہم اس رفع جسمی پر غالب ہیں۔ ہمارے سامنے کوئی بڑی بات نہیں۔ حَكِيْمًا۔ یعنی ہم باحکمت ہیں۔ کوئی کام ہمارا حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتا۔ اس مسیح کے اُٹھانے اور بقیہ ایام حیٰوۃ پورے کرنے میں بھی ایک حکمت ہے۔ وہ کیا؟ انکو ہم اپنے حبیب ازلی اور شاہدِ لم یزلی صلعم کے خدام اور خلفاء سے بنائینگے۔ کیونکہ اس نے یہ منصب ہماری بارگاہ سے بہ نالہائے نیم شبی اور دعاہائے سحری مانگا ہوا ہے۔ گوکہ ہم زمین میں بھی اُسکے محفوظ رکھنے اور بچانے پر ایذا یہود سے قادر ہیں۔ مگر ہماری حکمت کا مقتضے یہی ہے کہ ہر چیز کے ساتھ معاملہ حسب استعداد مادۂ فطرتی اُسکے کیا جائے۔ نفخ روح القدس مریم کے گریبان میں چونکہ منجملہ اسکے اسباب فطرتی کے تھا۔ اور تشبہ بالملائکہ ممتاز طریق پر اسکو حاصل تھا۔ لہٰذا آسمان پر رہنا اس کا موجب تعجب اور خلافِ حکمت نہیں۔ یہانتک تو حاصل ہے اس آیۂ کریمہ کا۔

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابومعاویۃ عن الاعمش عن المنهال ابن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما اراد الله ان یرفع عیسےٰ الی السماء خرج علی اصحابه وفی البیت اثنا عشر رجلا من الحواریین۔ یعنی فخرج علیهم من عین فی البیت ورأسه یقطر ماءً فقال ان منکم من یکفر بی اثنا عشر مرۃ بعد ان آمن بی قال ثم قال ایکم یلقی علیه شبهی فیقتل مکانی ویکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثهم سنًّا فقال له اجلس ثم اعاد علیهم فقام ذٰلک الشاب فقال اجلس ثم اعاد علیهم فقام ذٰلک الشاب فقال انا فقال هو انت ذٰلک فالقی علیه شبه عیسےٰ ورفع عیسےٰ من روزنة فی البیت الی السماء قال و

جاء الطلب من اليهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثم صلبوه فكفر به بعضهم اثنی عشر مرة بعد ان امن به وافترقوا ثلاث فرق فقالت فرقة كان الله فينا ماشاء ثم صعد الی السماء وهؤلاء اليعقوبية - وقالت فرقة كان فينا ابن الله ما شاء ثم رفعه الله اليه وهؤلاء النسطورية - وقالت فرقة كان فينا عبد الله ورسوله ماشاء الله ثم رفعه الله اليه وهؤلاء المسلمون - فتظاهرت الكافرتان علی المسلمة فقتلوها فلم يزل الاسلام طامسا حتی بعث الله محمدا صلے الله عليه وسلم - وهذا اسناد صحيح الی ابن عباس ورواه النسائی عن ابی كريب عن ابی معاوية بنحوه وكذا ذكر غير واحد من السلف انه قال لهم ايكم يلقی عليه شبهی فيقتل مكانی وهو رفيقی فی الجنة (انتہی تفسیر ابن کثیر) ترجمہ -

فرمایا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب خداوند کریم نے عیسے علیہ السلام کے آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عیسے علیہ السلام مکان میں جو چشمہ تھا اُس سے باہر نکلکر اس حال میں کہ آپکے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اپنے بارہ حواریوں کے پاس تشریف فرما ہوئے۔ اور فرمایا کہ بیشک تم میں سے ایک شخص مجھپر ایمان لانیکے بعد بارہ مرتبہ کافر ہوگا۔ بعدازاں فرمایا کہ کون شخص ہے تم میں سے جس پر میری شباہت ڈالی جائے اور میری جگہ وہ مقتول ہو اور میرے درجہ میں میرے ساتھ رہے۔ پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے ہوکر عرض کی کہ میں ہوں یارسول اللہ۔ تو حضرت عیسے علیہ السلام نے اُسکو فرمایا کہ تو بیٹھ جا۔ اور آپنے دوبارہ پھر اُسی لفظ کا اعادہ فرمایا۔ پھر وُہی شخص کھڑا ہوا۔ غرض چوتھی مرتبہ عیسے علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے پھر عیسے علیہ السلام کی شباہت اُس شخص پر ڈالی گئی اور عیسے علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان کی طرف اُٹھائے گئے۔ بعدازاں یہود کے جاسوس آئے اور اُس شبیہ کو پکڑا اور اُسی شبیہ کو مقتول اور مصلوب کیا۔ پھر بعض اشخاص بارہ مرتبہ عیسے علیہ السلام سے پھر گئے بعد ایمان کے اور اسکے بعد تین فرقے ہوگئے۔ ایک فرقہ اس امر کا قائل ہوا کہ ہم میں خدا رہا جبتک چاہا۔ پھر آسمان کیطرف چڑھ گیا۔ اس فرقہ کو یعقوبیہ کہتے ہیں۔ دوسرے فرقے نے کہا کہ خدا کا بیٹا جبتک چاہا ہم میں رہا بعدہٗ خداوند کریم نے اپنی طرف اُسکو اُٹھا لیا۔ اس گروہ کا نام نسطوریہ ہے۔ تیسرے فرقے نے کہا کہ یہ سب جھوٹ ہے بلکہ خدا کا بندہ اور اسکا رسول ہمارے گروہ میں رہا جبتک خداوند کریم نے چاہا۔ پھر

اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اُٹھالیا۔ اس گروہ کو مسلمان کہتے ہیں۔ پھر دونوں فرقے کافروں کے فرقہ مسلم
پر غالب آئے اور اسکو قتل کرڈالا۔ پھر ہمیشہ اسلام معدوم رہا۔ یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے
حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور یہ اسناد صحیح ہے ابن عباس کیطرف
اور روایت کیا اس اثر کو نسائی نے ابی کریب سے اس نے ابی معاویہ سے مثل طریق مذکور کے۔ اور
اسی طرح ذکر کیا بہتیروں علماء سلف نے اس امر کو کہ فرمایا عیسےٰ علیہ السلام نے تم میں سے جس پر ڈالی جائے
شباہت میری اور قتل کیا جائے میری جگہ وہ رفیق میرا ہوگا جنت میں۔ انتہیٰ۔

ایضاً اخراج کیا اس اثر کو عبد بن حمید اور ابن مردویہ نے۔ واخرج عبد بن حمید
وابن جریر وابن المنذر عن مجاہد فی قولہ تعالیٰ شُبِّهَ لَهُمْ۔ قال صلبوا رجلاً غیر عیسےٰ
شبھوہ بعیسےٰ یحسبونہ ایاہ و رفع اللہ الیہ عیسےٰ حیاً۔ ترجمہ۔ فرمایا مجاہد نے صلیب یعنے
دار پر چڑھایا یہود نے شبیہہ عیسےٰ علیہ السلام کو اس حال میں کہ گمان کرتے تھے اُس شبیہہ کو مسیح کو
مسیح اور اُٹھالیا اللہ نے مسیح کو زندہ آسمان پر۔ واخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن
المنذر عن قتادۃ وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الخ قال اولئک اعداء اللہ الیھود افتخروا بقتل عیسےٰ
وزعموا انھم قتلوہ وصلبوہ وذکرلنا انہ قال لاصحابہ ایکم یقذف علیہ شبھی فانہ مقتول
قال رجل من اصحابہ انا یانبی اللہ فقتل ذٰلک الرجل ومنع اللہ نبیہٗ ورفعہ الیہ (درمنثور)
فرمایا قتادہ تابعی جلیل رض نے یہود جو دشمن اللہ کے ہیں فخر کیا اور گمان کیا ساتھ قتل اور صلب عیسےٰ
علیہ السلام کے۔ فرماتے ہیں قتادہ یہ گمان غلط ہے اسلئے کہ پہونچی ہے ہمکو یہ بات کہ فرمایا عیسےٰ علیہ
السلام نے اپنے حواریوں کو۔ کون ہے تم میں سے جس پر شباہت میری ڈالی جائے اور قتل
کیا جائے۔ عرض کی ایک نے میں ہوں اے رسول اللہ کے۔ پس قتل کیا گیا وہ شخص اور بار رکھا
اللہ نے عیسےٰ علیہ السلام کو قتل ہونے سے بایں طور کہ اُٹھالیا اللہ نے انکو زندہ آسمان پر۔

واخرج ابن جریر عن السدی قال ان بنی اسرائیل حصروا عیسےٰ وتسعۃ عشر
رجلا من الحواریین فی بیت فقال عیسیٰ لاصحابہ من یأخذ صورتی فیقتل ولہ الجنۃ
فاخذھا رجل منھم وصعد بعیسےٰ الی السماء فذلک قولہ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ
الْمَاكِرِيْنَ۔ ترجمہ۔ اور اخراج کیا ابن جریر نے سدی سے۔ فرمایا سدی نے محاصرہ کیا یہود نے عیسےٰ

علیہ السلام کا بعہ حواریوں کے بیچ ایک مکان کے۔ پس فرمایا عیسے علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو تم میں سے کون قبول کرتا ہے صورت میری تاکہ قتل کیا جائے بجائے میرے اور واسطے اسکے جنت ہو پس قبول کیا ان میں سے ایک نے اور اٹھائے گئے عیسے علیہ السلام طرف آسمان کی۔ یہی ہے مضمون خداوند کریم کے قول وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ہ کا۔ واخرج ابن جریر عن ابی مالك وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ قال ذٰلك عند نزول عیسے ابن مریم لا یبقی احد من اھل الکتٰب الا امن بہ اور اخراج کیا ابن جریر نے ابی مالک سے بیچ تفسیر قول خداوند کریم وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ کے۔ فرمایا انہوں نے یہ نزدیک نزول عیسے ابن مریم کے یعنی اس زمانہ میں جو اہل کتاب ہوگا۔ ایمان لائیگا ساتھ عیسے علیہ السلام کے واخرج عبد ابن حمید وابن المنذر عن شہر ابن حوشب فی قولہ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ عن محمد بن علی بن ابی طالب ھو ابن الحنفیۃ قال لیس من اھل لکتٰب احد الا اتتہ الملئکۃ یضربون وجھہ ودبرہ ثم یقال یا عدو اللہ ان عیسے روح اللہ وکلمتہ کذبت علی اللہ وزعمت انہ اللہ۔ ان عیسے لم یمت وانہ رفع الی السماء وھو نازل قبل ان تقوم الساعۃ فلا یبقی یھودی ولا نصرانی الا امن بہ۔ ترجمہ روایت ہے محمد بن علی بن ابی طالب سے بیچ تفسیر آیۃ مذکورہ کے۔ ہر ایک اہل کتاب کو ملائکہ مارینگے اور کہینگے کہ جھوٹ بولا تُو نے کہ مسیح خدا ہے بلکہ عیسے علیہ السلام روح اور کلمہ خدا کا ہے اور عیسی علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور وہ اٹھائے گئے آسمان پر پھر نازل ہوں گے پہلے قیامت کے پس کل اہل کتاب ایمان لائینگے ساتھ عیسے علیہ السلام کے۔ وکان من خبر الیھود علیھم لعائن اللہ وسخطہ وغضبہ وعقابہ انہ لما بعث اللہ عیسے ابن مریم بالبینات والھدی حسدوہ علی ما اٰتاہ اللہ تعالے من النبوۃ والمعجزات الباھرات التی کان یبرء بھا الاکمہ والابرص ویحیی الموتی باذن اللہ و یصور من الطین طائرا ثم ینفخ فیہ فیکون طائرا یشاھد طیرانہ باذن اللہ عزوجل الی غیر ذٰلك من المعجزات التی اکرمہ اللہ بھا واجراھا علی یدیہ ومع ھذا کذبوہ وخالفوہ وسعوا فی اذاتہ بکل ما امکنھم حتی جعل نبی اللہ عیسے علیہ السلام لا یساکنھم فی بلدۃ بل یکثر السیاحۃ ھو وامہ علیھما السلام ثم لم یقنعھم ذٰلك حتی سعوا الی ملك دمشق فی ذٰلك الزمان وکان

رجلا مشركا من عبدة الكواكب وكان يقال لاهل ملته اليونان وانهوا اليه ان فی بیت
المقدس رجلا یفتن الناس ويضلهم ويفسد على الملك رعاياه فغضب الملك
من هذا وكتب الى نائبه بالقدس ان يحتاط على هذا المذكور وان يصلبه ويضع
الشوك على رأسه ويكف اذاه عن الناس فلما وصل الكتاب امتثل والى بيت المقدس
ذلك وذهب هو وطائفة من اليهود الى المنزل الذى فيه عيسے عليه السلام
وهو فی جماعة من اصحابه اثنی عشر او ثلاثة عشر وقیل سبعة عشر نفرا و
كان ذلك يوم الجمعة بعد العصر ليلة السبت فحصروه هنالك فلما احس بهم
وانه لا محالة من دخولهم عليه او خروجه اليهم قال لاصحابه ايكم يلقى عليه
شبهی وهو رفیقی فی الجنة فانتدب لذلك شاب منهم فكانه استصغره عن
ذلك فاعادها ثانية وثالثة وكل ذلك لا ينتدب الا ذلك الشاب فقال انت هو
والقى الله عليه شبه عيسے حتى كانه هو وفتحت روزنة من سقف البيت و
اخذت عيسے عليه السلام سنة من النوم فرفع الى السماء وهو كذلك كما قال
الله تعالى اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ الآية فلما رفع خرج اولئك
النفر فلما رای اولئك ذلك الشاب ظنوا انه عيسے فاخذوه فی الليل وصلبوه و
وضعوا الشوك على رأسه واظهر اليهود انهم سعوا فی صلبه وابتهجوا بذلك وسلم
لهم طوائف من النصارى ذلك لجهلهم وقلة عقلهم ما عدا من كان فی البيت
مع المسيح فانهم شاهدوا رفعه واما الباقون فانهم ظنوا كما ظن اليهود ان المصلوب
هو المسيح ابن مريم حتى ذكروا ان مريم جلست تحت ذلك المصلوب وبكت و
يقال انه خاطبها والله اعلم - وهذا كله من امتحان الله عباده لماله فی ذلك
من الحكمة البالغة وقد اوضح الله الامر وجلاه وبينه واظهره فی القران العظيم
الذى انزله على رسوله الكريم المؤيد بالمعجزات والبينات والدلائل الواضحات
فقال تعالى وهو اصدق القائلين ورب العلمين المطلع على السرائر والضمائر
الذى يعلم السر فی السموات والارض العالم بما كان وما يكون وما لم يكن لو كان كيف

يكون وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم اى رأوا اشبهه فظنوا انه اياه. و
لهذا قال وان الذين اختلفوا فيه لفى شك منه ما لهم به من علم الا اتباع
الظن يعنى بذلك من ادعى انه قتله من اليهود و من سلمه اليهم من جهال
النصارى كلهم فى شك من ذلك وحيرة و ضلال و سعر و لهذا قال وما قتلوه
يقينا اى وما قتلوه متيقنين انه هو بل شاكين متوهمين بل رفعه الله اليه
وكان الله عزيزا اى منيع الجناب لا يرام جنابه ولا يضام من لاذ ببابه حكيما.
اى فى جميع ما يقدره ويقضيه من الامور التى يخلقها وله الحكمة البالغة والحجة
الدامغة والسلطان العظيم والامر القديم. وقوله تعالى وان من اهل الكتب
الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيمة يكون عليهم شهيدا. قال ابن جرير اختلف
اهل التاويل فى معنى ذلك فقال بعضهم معنى ذلك وان من اهل الكتب
الا ليؤمنن به قبل موته يعنى قبل موت عيسى يوجه ذلك الى ان جميعهم
يصدقون به اذا نزل لقتل الدجال فتصير الملل كلها واحدة وهى ملة
الاسلام الحنيفية دين ابراهيم عليه السلام. ذكر من قال ذلك حدثنا ابن
بشار حدثنا عبد الرحمن عن سفيان عن ابى حصين عن سعيد بن جبير عن ابن
عباس وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته قال قبل موت عيسى ابن
مريم عليه السلام وقال العوفى عن ابن عباس مثل ذلك قال ابو مالك فى قوله
الا ليؤمنن به قبل موته قال ذلك عند نزول عيسى بن مريم لا يبقى احد
من اهل الكتب الا ليؤمنن به. وقال ابن جرير حدثنى يعقوب حدثنا ابن
علية حدثنا ابو رجاء عن الحسن وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته
قال قبل موت عيسى والله انه لحى الآن عند الله ولكن اذا نزل امنوا به اجمعون
وقال ابن ابى حاتم حدثنا ابى حدثنا على ابن عثمان اللاحقى حدثنا جويرية
ابن بشير قال سمعت رجلا قال للحسن يا ابا سعيد قول الله عز وجل
وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته قال قبل موت عيسى ان الله

رفع الیه عیسیٰ وهو باعثه قبل یوم القیٰمة مقاما یؤمن به البرّ والفاجر وکذا قال قتادة
وعبد الرحمٰن ابن زید بن اسلم وغیر واحد وهذا القول هو الحق کما سنبینه
بدلیل القاطع انشاء الله ۔ قال ابن جریر القول الصحیح فی تفسیر الآیة انه لایبقیٰ
احد من اهل الکتب بعد نزول عیسیٰ علیه السلام الا امن به قبل موته ای
قبل موت عیسیٰ علیه السلام ولاشک ان هذا الذی قاله ابن جریر هو الصحیح
لانه المقصود من سیاق الآیة فی تقریر بطلان ما ادعته الیهود من قتل عیسیٰ وصلبه
وتسلیم من سلم لهم من النصاریٰ الجهلة ذٰلک فاخبر الله انه لم یکن الامر کذٰلک
وانما شبه لهم فقتلوا الشبه وهم لایتبینون ذٰلک ثم انه رفعه الیه وانه
باق حی وانه سینزل قبل یوم القیامة کما دلت علیه الاحادیث المتواترة التی
سنوردها ان شاء الله قریبا فیقتل مسیح الضللة ویکسر الصلیب ویقتل الخنزیر
ویضع الجزیة یعنی لایقبلها من احد من اهل الادیان بل لایقبل الا الاسلام او
السیف فاخبرت هذه الآیة الکریمة انه یؤمن به جمیع اهل الکتب حینئذ
ولایتخلف عن التصدیق به واحد منهم ولهذا قال وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ الآیة لَيُؤْمِنَنَّ
بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ای قبل موت عیسیٰ علیه السلام الذی زعم الیهود ومن وافقهم من
النصاریٰ انه قتل وصلب وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ای باعمالهم التی
شاهدها منهم قبل رفعه الی السماء وبعد نزوله الی الارض فاما من فسر هذه
الآیة بان المعنی ان کل کتابی لایموت حتی یؤمن بعیسیٰ او محمد علیهما السلام
فهذا هو الواقع وذٰلک ان کل احد عند احتضاره ینجلی له ما کان جاهلا به
فیؤمن به ولکن لایکون ذٰلک ایمانا نافعا له اذا کان قد شاهد الملک کما قال
تعالیٰ فی اول هذه السورة وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰى إِذَا
حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّيْ تُبْتُ الْاٰنَ الآیة ۔ وقال تعالیٰ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْا
اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ الآیتین افقه الناس عبد الله ابن عباس وان روی عنه
فی تفسیر هذه الآیة ما یفهم منه ان ضمیر قبل موته راجع الی اهل الکتاب لکنه

ليس مذهبه ومراده بهذه الاٰية بل هو من جملة المباحث اليومية وبيان امر واقعي لانه روى عنه ايضًا في تفسير هذه الاٰية ما يدل على ان الضمير المذكور راجع الى عيسٰے عليه السلام كما عرفت وستعرفه ايضًا ومذهبه ومراده بهذه الاٰية هذا لانه يؤيده السياق ويؤيده ما روى عنه في تفسير وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اى نزول عيسٰے عليه السلام قبل يوم القيمة في جميع الطرق وما روى عنه في تفسير هذه الاٰية غير هذا فعلم من هذا ان الاحتمال الاول ليس مرادا ههنا كما قال الحافظ ابن كثير لكن لا يلزم منه ان يكون المراد بهذه الاٰية هذا بل المراد بها ما ذكرناه من تقرير وجود عيسٰے عليه السلام وبقاء حياته في السماء وانه سينزل الى الارض قبل يوم القيمة ليكذب هؤلاء وهؤلاء من اليهود والنصارٰى الذين تباينت اقوالهم فيه وتصادمت وتعاكست وتناقضت وخلت عن الحق ففرط هؤلاء اليهود وافرط هؤلاء النصارٰى تنقصه اليهود بما رموه به وامه من العظائم واطراه النصارٰى بحيث ادعوا فيه ما ليس فيه فرفعوه في مقابلة اولئك عن مقام النبوة الى مقام الربوبية تعالى الله عما يقول هؤلاء وهؤلاء علوا كبيرا وتنزه وتقدس لا اله الا هو ذكر الاحاديث الواردة في نزول عيسٰے بن مريم الى الارض من السماء في اٰخر الزمان قبل يوم القيمة وانه يدعو الى عبادة الله وحده لا شريك له قال البخاري رحمة الله عليه في كتاب ذكر الانبياء من صحيحه الملتقى بالقبول نزول عيسٰے بن مريم عليه السلام۔ حدثنا اسحٰق ابن ابراهيم حدثنا يعقوب بن ابراهيم عن ابي صالح عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلے الله عليه وسلم والذي نفسي بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لا يقبله احد حتى يكون السجدة خير له من الدنيا وما فيها ثم يقول ابو هريرة اقرأوا ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا وكذا رواه مسلم عن الحسن الحلواني وعبد بن حميد كلاهما عن يعقوب به واخرجه البخاري ومسلم ايضًا من حديث سفيان ابن عيينة عن الزهري به

واخرجاه من طريق الليث عن الزهری به ورواه ابن مردویه من طریق محمد بن ابی حفصة عن الزهری عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یوشك ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا یقتل الدجال ویقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویضع الجزیة ویفیض المال وتکون السجدة واحدة لله رب العلمین قال ابو هریرة اقرأوا ان شئتم وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ موت عیسی ابن مریم ثم یعیدها ابو هریرة ثلاث مرات۔ طریق اخری عن ابی هریرة قال الامام احمد حدثنا روح حدثنا محمد بن ابی حفصة عن الزهری عن حنظلة بن علی الاسلمی عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لیهلن عیسی ابن مریم بفج الروحاء بالحج والعمرة اوبینهما جمیعاوکذا رواه مسلم منفردا به من حدیث سفیان بن عیینة واللیث بن سعید ویونس بن یزید ثلاثتهم عن الزهری به وقال احمد حدثنا یزید حدثنا سفیان هو ابن حسین عن الزهری عن حنظلة عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ینزل عیسی بن مریم فیقتل الخنزیر ویمحی الصلیب وتجمع له الصلوة ویعطی المال حتی لایقبل ویضع الخراج وینزل الروحاء فیحج منها اویعتمر اویجمعهما قال وتلا ابو هریرة وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ الآیة فزعم حنظلة ان اباهریرة قال یؤمن به قبل موت عیسی فلا ادری هذا کله حدیث النبی صلی الله علیه وسلم او شیٔ قاله ابو هریرة وکذا رواه ابن ابی حاتم عن ابیه عن ابی موسی محمد بن المثنی عن یزید ابن هرون عن سفیان بن حسین عن الزهری به طریق اخری قال البخاری حدثنا ابو بکر حدثنا اللیث عن یونس عن ابن شهاب عن نافع مولی ابی قتادة الانصاری ان اباهریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف بکم اذا نزل فیکم المسیح بن مریم وامامکم منکم تابعه عقیل والاوزاعی وهکذا رواه الامام احمد عن عبد الرزاق عن معمر عن عثمان ابن عمر عن ابن ابی ذئب کلاهما عن الزهری به واخرجه مسلم من روایة یونس والاوزاعی وابن ابی ذئب به (طریق اخری) قال الامام احمد حدثنا عفان حدثنا همام انبانا قتادة عن عبد الرحمن

عن ابی ہریرۃ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء اخوۃ العلات امہاتہم
شتّٰی ودینہم واحد وانی اولی الناس بعیسی ابن مریم لانہ لم یکن نبیٌّ بینی
وبینہ وانہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض علیہ
ثوبان ممصران کان رأسہ یقطر وان لم یصبہ بلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر
ویضع الجزیۃ ویدعو الناس الی الاسلام ویہلک اللہ فی زمانہ الملل کلہا الا
الاسلام ویہلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال ثم تقع الامانۃ علی الارض حتے
ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ویلعب الصبیان
بالحیات لا تضرہم فیمکث اربعین ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون۔ وکذا رواہ
ابوداؤد عن ہدبۃ بن خالد عن ہمام بن یحیٰ ورواہ ابن جریر ولم یورد
عند ہذہ الآیۃ سواہ عن بشر بن معاذ عن یزید بن ہٰرون عن سعید بن ابی
عروبۃ کلاہما عن قتادۃ عن عبد الرحمٰن بن اٰدم وہو مولیٰ ام برثن صاحب
السقایۃ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وذکر نحوہ وقال یقاتل
الناس علی الاسلام وقد روی البخاری عن ابی الیمانی عن شعیب عن الزہری عن
ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا اولی
الناس بعیسی ابن مریم والانبیاء اولاد علات لیس بینی وبینہ نبیّ۔ ثم رواہ محمد
بن سنان عن فلیح بن سلیمان عن ہلال بن علی عن عبد الرحمٰن بن ابی عمرۃ عن
ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اولی الناس بعیسے ابن مریم
فی الدنیا والاٰخرۃ الانبیاء اخوۃ العلات اُمہاتہم شتّی ودینہم واحد وقال
ابراہیم بن طہمان عن موسیٰ بن عقبۃ عن صفوان بن سلیم قال قال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم۔ **حدیث** اٰخر قال مسلم فی صحیحہ حدثنی زہیر بن حرب
حدثنا یعلی بن منصور حدثنا سلیمان بن بلال حدثنا سہیل عن ابیہ عن ابی ہریرۃ
ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم
الساعۃ حتی تنزل الروم بالاعماق اوبدابق فیخرج الیہم جیش من المدینۃ من

خیار اهل الارض یومئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلوا بیننا و بین الذین سبوا منا نقاتلهم فیقول المسلمون لا والله لا نخلی بینکم و بین اخواننا فیقاتلونهم فیهزم ثلث لا یتوب الله علیهم ابدا و یقتل ثلث هم افضل الشهداء عند الله و یفتح الثلث لا یفتنون ابدا فیفتحون قسطنطینیة فبینما هم یقسمون الغنائم قد علقوا سیوفهم بالزیتون اذ صاح فیهم الشیطان ان المسیح قد خلفکم فی اهلیکم فیخرجون و ذلک باطل فاذا جاؤا الشام خرج فبینما هم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا قیمت الصلوٰة فینزل عیسی ابن مریم فیؤمهم فاذا راه عدو الله ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکه لذاب حتی یهلک و لکن یقتله الله بیده فیریهم دمه فی حربته - حدیث اخر قال احمد حدثنا هشیم عن العوام بن حوشب عن جبلة بن سحیم عن مؤثر بن عفارة عن ابن مسعود عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لقیت لیلة اسری بی ابراهیم و موسیٰ و عیسےٰ علیهم السلام فتذاکروا امر الساعة فردوا امرهم الی ابراهیم فقال لا علم لی بها فردوا امرهم الی موسیٰ فقال لا علم لی بها فردوا امرهم الی عیسیٰ فقال اما وجبتها فلا یعلمها احد الا الله و فیما عهد الی ربی عزوجل ان الدجال خارج و معی قضیبان فاذا رانی ذاب کما یذوب الرصاص قال فیهلکه الله اذا رآنی حتی ان الحجر و الشجر یقول یا مسلم ان تحتی کافرا فتعال فاقتله قال فیهلکهم الله ثم یرجع الناس الی بلادهم و اوطانهم فعند ذلک یخرج یاجوج و ماجوج وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ - فیطون بلادهم فلا یاتون علی شیٔ الا اهلکوه و لا یمرون علی ماءٍ الا شربوه قال ثم یرجع الناس یشکونهم فادعو الله علیهم فیهلکهم و یمیتهم حتی تجوی الارض من نتن ریحهم و ینزل الله المطر فیجترف اجسادهم حتی یقذفهم فی البحر ففیما عهد الی ربی عزوجل ان ذلک اذا کان کذلک ان الساعة کالحامل المتم لا یدری اهلها متی تفاجئهم بولادها لیلا او نهارا رواه ابن ماجة عن محمد بن بشار عن یزید بن هرون عن العوام بن حوشب نحوه

حدیث آخر قال الامام احمد حدثنا یزید بن هرون حدثنا حماد بن سلمة عن علی ابن
زید عن ابی نضرة قال اتینا عثمان بن ابی العاص فی یوم الجمعة لنعرض علیه مصحفا لنا
علی مصحفه فلما حضرت الجمعة امرنا فاغتسلنا ثم اتانا بطیب فتطیبنا ثم جئنا المسجد
فجلسنا الی رجل فحدثنا عن الدجال ثم جاء عثمان بن ابی العاص فقمنا الیه فجلسنا
فقال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول یکون للمسلمین ثلاثة امصار
مصر بملتقی البحرین ومصر بالحیرة ومصر بالشام ففزع الناس ثلاث فزعات
فیخرج الدجال فی اعراض الناس فیهزم من قبل المشرق فاول مصر یرده المصر
الذی بملتقی البحرین فیصیر اهلها ثلاث فرق فرقة تقول نقیم نشامه فننظر
ما هو وفرقة تلحق بالاعراب وفرقة تلحق بالمصر الذی یلیهم ومع الدجال
سبعون الفا علیهم التیجان واکثر من معه الیهود والنساء وینحاز المسلمون الی عقبة
افیق فیبعثون سرحا لهم فیصاب سرحهم فیشتد ذلک علیهم ویصیبهم مجاعة
شدیدة وجهد شدید حتی ان احدهم لیحرق وتر قوسه فیاکله فبینما
هم کذلک اذ نادی مناد من السحر یا ایها الناس اتاکم الغوث ثلاثا فیقول بعضهم
لبعض ان هذا الصوت رجل شبعان وینزل عیسی بن مریم علیه السلام عند صلوة
الفجر فیقول له امیرهم یا روح الله تقدم صل فیقول هذه الامة امراء بعضهم
علی بعض فیتقدم امیرهم فیصلی حتی اذا قضی صلوته اخذ عیسی حربته
فیذهب نحو الدجال فاذا راه الدجال ذاب کما یذوب الرصاص فیضع
حربته بین ثندوته فیقتله ویهزم اصحابه فلیس یومئذ شئ یواری منهم
احدا حتی ان الشجرة تقول یا مؤمن هذا کافر ویقول الحجر یا مؤمن هذا کافر تفرد به
احمد من هذا الوجه حدیث آخر قال ابو عبد الله محمد بن یزید بن ماجة فی
سننه حدثنا علی بن محمد حدثنا عبد الرحمن المحاربی عن اسمعیل بن رافع عن ابی
زرعة الیمانی یحیی بن ابی عمرو عن ابی امامة الباهلی قال خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم
فکان اکثر خطبته حدیثا حدثناه عن الدجال وحذرناه فکان من قوله ان قال

لم تكن فتنة فی الارض منذ ذرأ الله ذرية آدم عليه السلام اعظم من فتنة الدجال وان الله لم يبعث نبياً الا حذر امته الدجال وانا آخر الانبياء وانتم آخر الامم وهو خارج فيكم لامحالة فان يخرج وانا بين ظهرانيكم فانا حجيج كل مسلم وان يخرج من بعدی فكل حجيج نفسه وان الله خليفتی علی كل مسلم وانه يخرج من خلة بين الشام والعراق فيعيث يميناً ويعيث شمالاً الا يا عباد الله ايها الناس فاثبتوا وانه ساصفه لكم صفة لم يصفها اياه نبی قبلی انه يبدأ فيقول انا نبی فلا نبی بعدی ثم يثنی فيقول انا ربكم ولا ترون ربكم حتی تموتوا وانه اعور وان ربكم عزوجل ليس باعور وانه مكتوب بين عينيه كافر يقرأه كل مؤمن كاتب وغير كاتب وان من فتنته ان معه جنة ونارا فناره جنة وجنته نار فمن ابتلی بناره فليستغث بالله وليقرأ فواتح الكهف فتكون عليه برداً وسلاماً كما كانت النار برداً وسلاما علی ابراهيم وان من فتنته ان يقول لاعرابی ارأيت ان بعثت لك امك واباك اتشهد انی ربك فيقول نعم فيتمثل له شيطان فی صورة ابيه وامه فيقولان يا بنی اتبعه فانه ربك - وان من فتنته ان يسلط علی نفس واحدة فينشرها بالمنشار حتی يلقی شقين ثم يقول انظروا الی عبدی هذا فانی ابعثه الآن ثم يزعم ان له رباً غيری فيبعثه الله فيقول له الخبيث من ربك فيقول ربی الله وانت عدو الله الدجال والله ما كنت بعد اشد بصيرة بك منی اليوم۔ قال ابو الحسن الطنافسی حدثنا المحاربی حدثنا عبيد الله بن الوليد الوصافی عن عطية عن ابی سعيد قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ذلك الرجل ارفع امتی درجة فی الجنة قال قال ابو سعيد والله ما كنا نری ذلك الرجل الا عمر بن الخطاب حتی مضی لسبيله ثم قال المحاربی رجعنا الی حديث ابی رافع قال وان من فتنته ان يأمر السماء ان تمطر فتمطر ويأمر الارض ان تنبت فتنبت وان من فتنته ان يمر بالحی فيكذبونه فلا يبقی لهم سائمة الا هلكت وان من فتنته ان يمر بالحی فيصدقونه فيأمر السماء ان تمطر فتمطر

ويأمر الارض ان تنبت فتنبت حتى تروح مواشيهم من يومهم ذلك اسمن ماكانت واعظمه وامده خواصر وادره ضروعا وانه لايبقى شئ من الارض الا وطئه وظهر عليه الا مكة والمدينة فانه لا يأتيهما من نقب من نقابها الالقيته الملئكة بالسيوف صلتة حتى ينزل عند الضريب الاحمر عند منقطع السبخة فترجف المدينة باهلها ثلاث رجفات فلايبقى منافق ولا منافقة الاخرج اليه فينفى الخبث منها كما ينفي الكير خبث الحديد ويدعى ذلك اليوم يوم الخلاص فقالت ام شريك بنت ابى العكر يارسول الله فاين العرب يومئذ قال هم قليل وجلهم يومئذ ببيت المقدس وامامهم رجل صالح قد تقدم يصلى بهم الصبح اذ نزل عيسى بن مريم عليه السلام فرجع ذلك الامام يمشى القهقرى ليتقدم عيسى عليه السلام فيضع يده عيسى بين كتفيه ثم يقول تقدم فصل فانها لك اقيمت فيصلى بهم امامهم فاذا انصرف قال عيسى افتحوا الباب فيفتح ووراءه الدجال معه سبعون الف يهودى كلهم ذو سيف محلى وتاج فاذا نظر اليه الدجال ذاب كما يذوب الملح فى الماء وينطلق هاربا فيقول عيسى ان لى فيك ضربة لن تسبقنى بها فيدركه عند باب لد الشرقى فيقتله ويهزم الله اليهود فلايبقى شئ مما خلق الله يتوارى به يهودى الا انطق الله ذلك الشئ لا حجر ولا شجر ولا حائط ولا دابة الا الغرقدة فانها من شجرهم لا تنطق الا قال يا عبد الله المسلم هذا يهودى تعال فاقتله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وان ايامه اربعون السنة كنصف السنة والسنة كالشهر والشهر كالجمعة وآخر ايامه كالشررة يصبح احدكم على باب المدينة فلا يبلغ بابها الاخر حتى يمشى فقيل له كيف نصلى يا نبى الله فى تلك الايام القصار قال تقدرون الصلوة كما تقدرون فى هذه الايام الطوال ثم صلوا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيكون عيسى بن مريم فى امتى حكما عدلا واماما مقسطا يدق الصليب ويذبح الخنزير ويضع الجزية ويترك الصدقة فلا يسعى على شاة ولا بعير وترتفع الشحناء والتباغض وتنزع حمة كل ذات حمة حتى يدخل الوليد يده

فی الحیة فلا تضره ویفر ب الولید من الاسد فلا یضره ویکون الذئب فی الغنم
کانه کلبها وتملاء الارض من السلم کما یملاء الاناء من الماء وتکون الکلمة واحدة
فلا یعبد الا الله وتضع الحرب اوزارها وتسلب قریش ملکها وتکون الارض لها نور
الفضة وتنبت نباتها کعهد آدم حتی یجتمع النفر علی القطف من العنب فیشبعهم
ویجتمع النفر علی الرمانة فتشبعهم ویکون الثور بکذا وکذا من المال ویکون
الفرس بالدریهمات قیل یارسول الله وما یرخص الفرس قال لا یرکب لحرب ابدا
قیل له فما یغلی الثور قال تحرث الارض کلها وان قبل خروج الدجال ثلاث
سنوات شداد یصیب الناس فیها جوع شدید ویأمر الله السماء فی السنة
الاولی ان تحبس ثلث مطرها ویأمر الارض فتحبس ثلث نباتها ثم یأمر الله السماء
فی السنة الثانیة فتحبس ثلثی مطرها ویأمر الله الارض فتحبس ثلثی نباتها ثم
یأمر الله عزوجل السماء فی السنة الثالثة فتحبس مطرها کله فلا تقطر قطرة و
یأمر الارض ان تحبس نباتها کله فلا تنبت خضراء فلا تبقی ذات ظلف الا هلکت
الا ماشاء الله قیل فما یعیش الناس فی ذلک الزمان قال التهلیل والتکبیر والتسبیح
والتحمید یجری ذلک علیهم مجری الطعام قال ابن ماجة سمعت ابا الحسن
الطنافسی یقول سمعت عبدالرحمن المحاربی یقول ینبغی ان یرفع هذا الحدیث
الی المؤدب حتی یعلمه الصبیان فی الکتاب هذا حدیث غریب جدا من هذه
الوجه ولبعضه شواهد من احادیث اخر ولنذکر حدیث النواس بن سمعان ههنا
لشبه بهذا الحدیث قال مسلم فی صحیحه حدثنا ابوخیثمة زهیر بن حرب حدثنا
الولید بن مسلم حدثنی عبدالرحمن بن یزید بن جابر حدثنی یحیی بن جابر الطائی
قاضی حمص حدثنی عبدالرحمن بن جبیر عن ابیه جبیر بن نفیر الحضرمی انه
سمع النواس بن سمعان الکلابی وحدثنا محمد بن مهران الرازی حدثنا الولید
بن مسلم حدثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن یحیی بن جابر الطائی عن عبدالرحمن
بن جبیر عن ابیه جبیر بن نفیر عن النواس بن سمعان قال ذکر رسول الله صلی الله علیه وسلم

الدجال ذات غداة فخفض ورفع حتى ظنناه فى طائفة النخل فلما رجعنا اليه عرف
ذلك فى وجوهنا فقال ما شأنكم قلنا يا رسول الله ذكرت الدجال فخفضت فيه
ورفعت حتى ظنناه فى طائفة النخل قال غير الدجال اخوفنى عليكم ان يخرج وانا
فيكم فانا حجيجه دونكم وان يخرج ولست فيكم فامرؤ حجيج نفسه والله
خليفتى على كل مسلم انه شاب قطط عينه طافية كانى اشبهه بعبد العزى بن
قطن من ادركه منكم فليقرأ عليه فواتح سورة الكهف انه خارج من خلة بين
الشام والعراق فعاث يمينا وعاث شمالا يا عباد الله فاثبتوا قلنا يا رسول الله
فما لبثه فى الارض قال اربعون يوما يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائر
ايامه كايامكم قلنا يا رسول الله وذلك اليوم الذى كسنة ايكفينا فيه صلوة
يوم قال لا اقدروا له قدره قلنا يا رسول الله وما اسراعه فى الارض قال
كالغيث استدبرته الريح فيأتى على قوم فيدعوهم فيؤمنون ويستجيبون له
فيأمر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح عليهم سارحتهم اطول ما كانت
ذرى واسبغه ضروعا وامده خواصر ثم يأتى القوم فيدعوهم فيردون عليه قوله
فينصرف عنهم فيصبحون ممحلين ليس بايديهم شئ من اموالهم ويأمر بالخربة فيقول
لها اخرجى كنوزك فتتبعه كنوزها كيعاسيب النحل ثم يدعو رجلا ممتلئا شابا
فيضربه بالسيف فيقطعه جزلتين رمية الغرض ثم يدعوه فيقبل ويتهلل وجهه
ويضحك فبينما هو كذلك اذ بعث الله المسيح بن مريم عليه السلام فينزل عند
منارة البيضاء شرقى دمشق بين مهرودتين واضعا كفيه على اجنحة ملكين اذا
طاطأ رأسه قطر واذا رفعه تحدر منه جمان كاللؤلؤ ولا يحل لكافر يجد ريح نفسه
الامات وينتهى حيث ينتهى طرفه فيطلبه حتى يدركه بباب لد فيقتله ثم يأتى عيسى
عليه السلام قوما قد عصمهم الله منه فيمسح عن وجوههم ويحدثهم بدرجاتهم
فى الجنة فبينما هو كذلك اذ اوحى الله عزوجل الى عيسى انى قد اخرجت عبادا لى
لا يدان لاحد بقتالهم فحرز عبادى الى الطور ويبعث الله يأجوج ومأجوج وهم من كل

حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ فيمرّ اولهم على بحيرة طبرية فيشربون ما فيها ويمرّ اٰخرهم فيقولون
لقد كان بهذه مرة ماء ويحضر نبي الله عيسىٰ واصحابه حتى يكون رأس الثور لاحدهم
خيرمن مائة دينار لاحدكم اليوم فيرغب نبيّ الله عيسےٰ واصحابه فيرسل الله عليهم
النغف فى رقابهم فيصبحون فرسى كموت نفس واحدة ثم يهبط نبيّ الله عيسےٰ واصحابه
الى الارض فلا يجدون فى الارض موضع شبر الاملاه زهمهم ونتنهم فيرغب
نبيّ الله عيسےٰ واصحابه الى الله فيرسل الله طيرا كاعناق البخت فتحملهم فتطرحهم
حيث شاء الله ثم يرسل الله مطرا لايكن منه بيت مدر ولا وبر فيغسل الارض
حتى يتركها كالزلفة ثم يقال للارض اخرجي ثمرك وردي بركتك فيومئذ
تاكل العصابة من الرمانة ويستظلون بقحفها ويبارك الله فى الرسل حتى ان اللقحة
من الابل لتكفي الفئام من الناس فبينما هم كذلك اذ بعث الله ريحا طيبة فتاخذهم
تحت اباطهم فيقبض الله روح كل مؤمن وكل مسلم ويبقى شرار الناس يتهارجون
فيها تهارج الحمر فعليهم تقوم الساعة- ورواه الامام احمد واهل السنن من
حديث عبد الرحمٰن بن يزيد بن جابر به وسنذكره ايضا من طريق احمد عند
قوله تعالىٰ فى سورة الانبياء حَتّٰىٓ اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ الآية **حديث** اخر-
قال مسلم فى صحيحه ايضاً حدثنا عبد الله بن معاذ العنبري حدثنا ابى حدثنا شعبة
عن النعمان بن سالم قال سمعت يعقوب بن عاصم بن عروة بن مسعود الثقفي يقول
سمعت عبد الله بن عمرو وجاءه رجل فقال ما هذا الحديث الذى تحدث به تقول
ان الساعة تقوم الى كذا وكذا فقال سبحان الله اولآ اله الا الله اوكلمة نحوهما لقد
هممت ان لا اُحدث احدا شيئا ابدا انما قلت انكم سترون بعد قليل امرا عظيما
يحرق البيت ويكون ويكون ثم قال قال رسول الله صلے الله عليه وسلم يخرج
الدجال فى امتي فيمكث اربعين لاادرى اربعين يوما او اربعين شهرا او اربعين عاما
فيبعث الله تعالىٰ عيسى ابن مريم كانه عروة بن مسعود فيطلبه فيهلكه ثم يمكث الناس

على وجه الارض احد فى قلبه مثقال ذرة من خير او ايمان الا قبضته حتى لو ان احدكم دخل كبد جبل لدخلته عليه حتى تقبضه قال سمعتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فيبقى شرار الناس فى خفة الطير واحلام السباع لا يعرفون معروفاً ولا ينكرون منكراً فيتمثل لهم الشيطان فيقول الا تستجيبون فيقولون فما تأمرنا فيأمرهم بعبادة الاوثان وهم فى ذلك دار رزقهم حسن عيشهم ثم ينفخ فى الصور فلا يسمعه احد الا اصغى ليتا ورفع ليتا قال واول من يسمعه رجل يلوط حوض ابله قال فيصعق ويصعق الناس ثم يرسل الله او قال ينزل الله مطراً كانه الطل او قال الظل نعمان الشاك فتنبت منه اجساد الناس ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ثم يقال يا ايها الناس هلموا الى ربكم وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ۝ ثم يقال اخرجوا بعث النار فيقال منكم فيقال من كل الف تسع مائة وتسعة وتسعين قال فذلك يَوْمَ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا وذلك يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ ثم رواه مسلم والنسائى فى تفسيره جميعا عن محمد بن بشار عن غندر عن شعبة عن نعمان بن سالم به۔

حديث اخر۔ قال الامام احمد اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهرى بن عبد الله بن ثعلبة الانصارى عن عبد الله بن زيد الانصاري عن مجمع بن جارية قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يقتل ابن مريم المسيح الدجال بباب لد او الى جانب لد ورواه احمد ايضا عن سفيان بن عيينة من حديث الليث والاوزاعي ثلاثتهم عن الزهرى عن عبد الله بن عبيد الله بن ثعلبة عن عبد الرحمن بن يزيد عن عمه مجمع بن جارية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يقتل ابن مريم الدجال بباب لد وكذا رواه الترمذى عن قتيبة عن ليث به وقال هذا حديث صحيح قال وفى الباب عن عمران بن حصين ونافع بن عيينة وابى برزة وحذيفة بن اسيد وابى هريرة وكيسان وعثمان بن ابى العاص وجابر وابى امامة وابن مسعود وعبد الله بن عمرو وسمرة بن جندب والنواس بن سمعان وعمرو بن عوف وحذيفة بن اليمان رضى الله عنهم ومراده برواية هؤلاء ما فيه ذكر الدجال وقتل عيسى بن مريم عليه السلام له فاما احاديث

ذكر الدجال فقط فكثيرة جدا وهي اكثر من ان تحصى لانتشارها وكثرة روايتها في الصحاح
والحسان والمسانيد وغير ذلك **حديث** اخر - قال الامام احمد حدثنا سفيان عن
فرات عن ابي الطفيل عن حذيفة بن اسيد الغفاري قال اشرف علينا رسول الله صلى الله
عليه وسلم من غرفة ونحن نتذاكر الساعة فقال لا تقوم الساعة حتى ترو عشر آيات
طلوع الشمس من مغربها والدخان والدابة وخروج ياجوج وماجوج ونزول عيسى بن مريم
والدجال وثلثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزيرة العرب
ونار تخرج من قعر عدن تسوق او تحشر الناس تبيت معهم حيث باتوا وتقيل
معهم حيث قالوا وهكذا رواه مسلم واهل السنن من حديث القزاز به ورواه
مسلم ايضا من رواية عبد العزيز بن رفيع عن ابي الطفيل عن ابي شريحة عن حذيفة
بن اسيد الغفاري موقوفا - والله اعلم - فهذه احاديث متواترة عن رسول الله
صلى الله عليه وسلم من رواية ابي هريرة وابن مسعود وعثمان بن ابي العاص وابي امامة
والنواس بن سمعان وعبد الله بن عمرو بن العاص ومجمع بن جارية وابي شريحة و
حذيفة بن اسيد رضي الله عنهم وفيها دلالة على صفة نزوله ومكانه من انه بالشام
بل بدمشق عند المنارة الشرقية وان ذلك يكون عند اقامة صلوة الصبح وقد
بنيت في هذه الاعصار في سنة احدى واربعين وسبعمائة منارة للجامع الاموي
بيضاء من حجارة منحوتة عوضا عن المنارة التي هدمت بسبب الحريق المنسوب الى
صنيع النصارى عليهم لعائن الله المتتابعة الى يوم القيمة وكان اكثر عمارتها من
اموالهم وقويت الظنون انها هي التي ينزل عليها المسيح بن مريم عليه السلام فيقتل
الخنزير ويكسر الصليب ويضع الجزية فلا يقبل الا الاسلام كما تقدم في الصحيحين
وهذا من اخبار النبي صلى الله عليه وسلم بذلك وتقرير وتشريع وتسويغ له على ذلك
في ذلك الزمان حيث تنزاح عللهم وترتفع شبههم من انفسهم ولهذا كلهم يدخلون
في دين الاسلام متابعين لعيسى عليه السلام وعلى يديه ولهذا قال تعالى وَإِن مِّنْ

وقرئ لَعَلَمٌ بالتحريك اى امارة ودليل على اقتراب الساعة وذلك لانه ينزل بعد
خروج المسيح الدجال فيقتله الله على يديه كما ثبت فى الصحيح ان الله لم يخلق
داءً الا انزل له شفاءً ويبعث الله فى ايامه ياجوج وماجوج فيهلكهم الله تعالى ببركة
دعائه وقد قال تعالى حَتّٰى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ۔
وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ الآية - حاصل اس عبارت عربی کا بطریق اختصار یہ ہے کہ:
قتل اور صلب عیسے علیہ السلام کا نہیں ہوا جیسا کہ زعم یہود اور اکثر نصاریٰ کا تھا بلکہ اُس حواری
نوجوان کا جس پر شباہت مسیح علیہ السلام کی ڈالی گئی تھی اور عیسے علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے
گئے۔ اور دونوں ضمیریں بِہٖ اور مَوْتِہٖ کی عیسے علیہ السلام کیطرف ہیں۔ آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ الآیۃ میں کیونکہ ماقبل میں ذکر انہی کا ہے۔ یا ضمیر بِہٖ مضمون بالا کیطرف یعنی مرفوع ہونا
عیسے علیہ السلام کا۔ اور آثار صحابہ اور تابعین مثل ابن عباس وابی ہریرہ وعبد اللہ بن مسعود
ومجاہد وقتادہ وغیرہم کے اسی پر دال ہیں اور ضمیر بِہٖ کی محمد صلے اللہ علیہ وسلم یا عیسے علیہ
السلام کیطرف پھیرنی اور مَوْتِہٖ کی اہل کتاب کیطرف یہ احتمال واقعہ میں درست ہے۔ لیکن
آیت مذکورہ سے اس مقام میں مراد نہیں اور عیسے علیہ السلام اُتریںگے آسمان سے قبل قیامت کے
حاکم۔ عادل۔ توڑینگے صلیب کو یعنی دین اسلام کے سوا اور دینوں کو باطل کرینگے۔ دفع کرینگے
خنازیر کو یعنی حکم قتل کا دینگے۔ اہل کتاب سے سوا دین اسلام کے اور کچھ قبول نہ کرینگے۔ مال اسقدر
ہوگا کہ کوئی قبول نہ کریگا۔ لذت عبادت کی ایسی ہوگی کہ ایک سجدہ کل دنیا سے زیادہ لذیذ ہوگا
حسد۔ بغض۔ عداوت اور باقی صفات ذمیمہ نہ رہینگی۔ شیر۔ اونٹ۔ چیتا گائے۔ بھیڑیا۔ بکری۔ سانپ
لڑکے ایک دوسرے کے ساتھ چرینگے اور کھیلیں گے۔ ضرر نہ دینگے۔ عیسے علیہ السلام حج عمرہ ادا کرینگے۔
مسیح سے قبل دجال کے زمانہ میں سخت قحط سالی ہوگی اُس زمانہ میں طعام کی جگہ تہلیل۔ تکبیر اور
تسبیح سے حیات بسر کرینگے۔ جب آسمان سے نازل ہوں گے تو امام مہدی علیہ السلام کو نماز میں آگے
کھڑا کرینگے اور خود بھی بعد کو امام ہوں گے۔ قتل کرینگے دجال کو جو ایک شخص معین ہے! اور ہلاک
ہوگی قوم یاجوج ماجوج اُنکی برکت سے۔ واخرج البخاری فی تاریخه والطبرانی عن عبد اللہ
بن سلام قال یدفن عیسے بن مریم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیه فیکون

قبر رابعا۔ اخراج کیا بخاری نے بیچ تاریخ اپنی کے اور طبرانی نے عبداللہ بن سلام سے فرمایا عبداللہ بن سلام نے دفن کئے جائیں گے عیسےٰ بیٹے مریم کے ساتھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے پس ہوگی قبر مبارک انکی چوتھی۔ واخرج الترمذی وحسّنہ عن محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہٖ قال مکتوب فی التوریٰۃ صفۃ محمد وعیسےٰ بن مریم یدفن معہٗ اور اخراج کیا ترمذی نے ساتھ تحسین کے فرمایا عبداللہ بن سلام نے کہ صفت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تورٰت میں موجود ہے۔ اور یہ بھی تورٰت میں ہے کہ عیسےٰ ابن مریم خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدفون ہوں گے عن عائشۃ قالت قلتُ یا رسول اللہ انی اریٰ انی اعیش بعدك فتاذن لی ان اُدفن الی جنبك فقال وانی لی بذٰلك الموضع مافیہ الاموضع قبری وقبر ابی بکر وعمر وعیسےٰ بن مریم فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں۔ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پاس تو ابوبکر اور عمر اور عیسےٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا اور جگہ نہیں ہے عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینزل عیسےٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ یمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت ویدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسےٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر۔ رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفا۔ روایت کیا ابن جوزی نے بیچ کتاب وفا کے عبداللہ بن عمرو سے کہا انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُتریں گے عیسےٰ بن مریم آسمان سے پس نکاح کریں گے اور صاحب ولد ہوں گے۔ جب فوت ہوں گے مدفون ہوں گے ساتھ میرے پس کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر (یعنی مقبرہ) سے درمیان ابوبکر اور عمر کے۔ اور روایت کیا ترمذی نے بعض اس حدیث کا جس میں روایت کیا بعض راویوں سے وقد بقی فی البیت موضع قبر یعنی قبر مبارک کے پاس جگہ خالی ہے واسطے عیسےٰ علیہ السلام کے۔ محقق ابن جزری فرماتے ہیں پاس عمر کے مدفون ہوں گے۔ کیونکہ ہم کو خبر دی ہے بہتیروں نے حجرہ شریف کے اندر جانیوالوں میں سے کہ خالی جگہ عمر کی جنب میں ہے۔

آثار در بارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے۔ اور احادیث نزول عیسے علیہ السلام کی سوا اُنکے جو بیان کرچکا ہوں اور بھی بکثرت موجود ہیں جسکا جی چاہے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر دُرِّ منثور اور تفسیر ابن جریر کو ملاحظہ فرمائے۔ اگر ان سے بھی اطمینان حاصل نہ ہو تو کنز العمال و مسند امام احمد وغیرہ کتب احادیث کو مطالعہ فرمائے۔ مگر مومن فہیم کے واسطے اسقدر آثار اور احادیث سے جو بیان کرچکا ہوں کافی ہیں۔ یہ احادیث متواترہ ہیں۔ نزول مسیح کا جو مستلزم ہے رفع کو سب میں اتفاقی ہے۔ زیادہ بیان ہونا افعال اور صفات کا بعض حدیثوں میں اور بعضوں میں کم۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ جسقدر اوصاف بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئے اُنکو بیان فرمایا۔ سامع نے انکو یاد رکھا۔ پھر جب اور معلوم ہوئے اُنکو پھر بیان فرمایا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی یہی وجہ ہے کہ بعض راویوں میں سے بعض صفات اور احوال مروی ہیں دوسرے سے کچھ اور۔ کبھی ایک راوی کی روایت میں کمی بیشی ہوا کرتی ہے اسکی بھی یہی وجہ ہے۔ احادیث نزول مروی ہیں ان اصحاب کبار وغیرہم سے۔ ابو ہریرہ۔ عبداللہ بن مسعود۔ عثمان بن ابی العاص۔ ابی امامہ۔ نواس ابن سمعان۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ مجمع بن جاریہ۔ ابی شریحہ حذیفہ بن اسید۔ جابر۔ سمرۃ بن جندب۔ عمرو بن عوف۔ عمران بن حصین۔ کیسان۔ حذیفہ بن یمان۔ عائشہ۔ عبداللہ بن عباس۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

توضیح معنے آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ الخ کا یہ ہے کہ اہل کتاب موجودہ سے وقت نزول مسیح کے قبل از موت اُنکے ہر ایک ایمان لائیگا ساتھ واقعیت مضمون بالا کے۔ یعنی اُٹھایا جانے اُنکے آسمان کی طرف اور ساتھ اسکے کہ وہ نبی صادق گذرے ہیں اپنے وقت میں یہود گذشتہ ہمارے مفتری اور کافر یہ نبی صادق تھے۔ یہی مراد ہے آیۃ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ سے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ابو ہریرہؓ وقت بیان حدیث بخاری والذی نفسی بیدہ لیوشکن الخ کے آیۃ مذکورہ کو نزول مسیح ابن مریم پر شاہد لاتے ہیں۔ اور اس استشہاد سے ہر ایک عاقل ادنیٰ تدبّر سے معلوم کرسکتا ہے کہ اس حدیث مذکور میں جسکا مضمون یہ ہے قسم ہے مجھکو اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور ہی اُترینگے تم میں

یہ سب امور جو انکے پیچھے اُنکی شرع میں داخل سمجھے گئے ہیں ان سب کو موقوف کرینگے یہانتک کہ اُنکے عہد میں ملتِ اسلام ہی باقی رہیگی۔ اور محبت عبادت اور اعراض دنیا سے ایسا ہوگا کہ ایک سجدہ بہتر سمجھا جائیگا سب دُنیا اور دنیوی اشیاء سے۔ مراد وہی مسیح ابن مریم ہے جو نبی وقت اور صاحبِ انجیل ہے۔ ورنہ بیان حدیث مذکور کے وقت استشہاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ابو ہریرہؓ کا بآیتِ مذکورہ کیا معنے رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب آیت مذکورہ میں اُس نبی وقت کا ذکر ہے تو حدیث میں بھی ضرور اُسی کے نزول سے حلفی طور پر خبر دیگئی ہے۔ جیسا کہ استشہاد بآیۃ مذکورہ وقت بیان حدیث کے ارادہ مثیل مسیح کو باطل کرتا ہے ایسا ہی عدم وقوع اُن امور کا زمانہ حال میں جو حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔ جناب مرزا صاحب اس حدیث شریف کا مصداق بتاویل مثیل اپنے زعم میں تو بنے مگر موقوف کرنا صلیب پرستی اور خنزیر خوری کا اور سب ملتوں کا ایک ملت اسلام ہی ہو جانا اور کثرت مال کی یہانتک کہ اسکو کوئی قبول نہ کرے۔ اور ایک سجدہ کا عزیز تر ہونا سب دُنیا سے یہ علامات نزولِ مسیح کہاں ؟۔ اور نیز اگر آپ مراد ہیں حدیث مذکور سے تو آپکے پیدا ہونے میں کسیکو حضارِ مجلس نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے تعجب اور استعظام ہی کیا تھا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قسم اُٹھا کر بعد ازاں نزول اور قرب کو لام تاکید اور نون ثقیلہ سے مؤکد کر کے یعنی لَیُوْشِکَنَّ فرما کر حاضرین کا تردد دفع فرماتے رہے۔

جاننا چاہئے کہ یہ معنے آیۃ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ الخ کا جو لکھ چکا ہوں یہی معنے کیا ہے ابو ہریرہؓ نے۔ اور ایک روایت میں عبد اللہ ابن عباس نے بھی۔ اور اسی معنے کو ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بشہادت سیاقِ کلام یعنے چسپاں ہونے اس معنے کے ماقبل سے ترجیح دی ہے۔ اور دوسرا معنے جو ایک روایت میں ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ بیان ایک وجہ کا ہے وجوہ آیت میں سے۔ اور واقعی ہونا اس معنے کا مقتضی اسکا نہیں کہ مراد آیت سے وہی ہو۔ واقعیت مضمون اور ہے اور مراد ہونا کلام سے اور۔ وہ معنے یہ ہے کہ ہر ایک اہل کتاب اپنی موت سے پہلے عیسے بن مریم کے ساتھ جب عند الموت منجلی ہوگی ایمان لائیگا۔

چوتھی وجہ بطلان اُس مذہب کی یہ آیت یعنی وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ الخ بھی ہے کیونکہ

[illegible]

پانچویں وجہ بطلان کی وعدہ فرمانا اللہ تعالیٰ کا ہے مسیح بن مریم سے کہ میں تجھکو یہود کے ہاتھ سے بچاؤں گا۔ تو پھر تعجب ہے کہ بعد تسکین بخشی کے اس قول سے یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ یہود کے ہاتھ میں گرفتار کراکر کو بکو رسوا کرنا اور مار پیٹ کے بعد صلیب پر انہی کے ہاتھ سے دلانا اتنی تکلیف کے بعد صلیب سے زندہ اُتارنا۔ آیا یہی ثمرہ ایفاء عہد خداوندی اور اثر اجابت دعاؤں مسیحیہ کا نکلا جو رات بھر روتے چلاتے مانگی جاتی تھیں۔

چھٹی وجہ بطلان کی اتصال رفع کا ساتھ کلمہ بَلْ کے یعنے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کہنا اور حسب مزعوم جناب مرزا صاحب یوں چاہیئے تھا بَلْ بقی حیًّا ثم توفہ اللہ ودفعہ الیہ۔

ساتویں وجہ آیۃ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ہے یعنی بالتحقیق نزول مسیح ابن مریم اسباب علم قیامت میں سے ہے۔

اخرج الفریابی وسعید بن منصور ومسدد وعبد بن حمید وابن ابی حاتم والطبرانی من طرق عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی قولہ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال خروج عیسٰی قبل یوم القیٰمۃ۔ واخرج عبد بن حمید عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال خروج عیسٰی یمکث فی الارض اربعین سنۃ تکون تلک الاربعون اربع سنین یحج ویعتمر۔ واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال اٰیۃ للساعۃ خروج عیسٰی بن مریم قبل یوم القیٰمۃ۔ واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن الحسن رضی اللہ عنہ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال نزول عیسٰی واخرج ابن جریر من طرق عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال نزول عیسٰی (تفسیر درمنثور) حاصل یہ ہے کہ عبداللہ ابن عباس اور ابوہریرہ اور مجاہد اور حسن رضی اللہ عنہم اجمعین سے بطرق متعددہ مروی ہے کہ ضمیر اِنَّهٗ جو آیت وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ میں ہے عیسٰی علیہ السلام کے نزول کیطرف پھرتی ہے۔ وقال الامام احمد حدثنا ہاشم بن القاسم حدثنا شیبان عن عاصم بن ابی النجود عن ابی رزین عن ابی یحیی مولی بن عقیل الانصاری قال قال ابن عباس رضی اللہ عنہما لقد علمت اٰیۃ من القراٰن الخ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قال ہو خروج عیسٰی بن مریم علیہ السلام قبل یوم القیٰمۃ وقولہ سبحانہ وتعالیٰ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ تقدم تفسیر ابن [illegible]

والابرص وغیرذلک من الاسقام وفی ھذا نظر۔ وابعد منه ما حکاہ قتادۃ عن الحسن البصری وسعید بن جبیر ان الضمیر فی انه عائد علی القران بل الصحیح انه عائد علی عیسی علیہ السلام فان السیاق فی ذکرہ ثم المراد بذالک نزوله قبل یوم القیمة کما قال تبارک وتعالی وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ای قبل موت عیسی علیه السلام ثم یوم القیمة یکون علیهم شهیدا ویؤید ھذا المعنی القراۃ الاخری وَاِنَّهٗ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَةِ ای امارۃ ودلیل علی وقوع الساعة۔ قال مجاهد وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ خروج عیسی ابن مریم علیه السلام قبل یوم القیمة۔ وھکذا روی عن ابی هریرۃ وابن عباس وابی العالیة وابی مالک وعکرمة والحسن وقتادۃ والضحاک وغیرهم وقد تواترت الاحادیث عن رسول الله صلے الله علیه وسلم انه اخبر نزول عیسی علیه السلام قبل یوم القیمة اماما عادلا الخ (تفسیر ابن کثیر)

حاصل۔ روایت کی امام احمد نے عبداللہ ابن عباس سے اسناد صحیح کے ساتھ کہ فرمایا انہوں نے وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ سے خروج عیسٰے علیہ السلام یعنی نزول انکا قبل قیامت کے۔ یہی مروی ہے مجاہد۔ ابوہریرہ۔ ابو عالیہ۔ ابو مالک۔ عکرمہ۔ حسن۔ قتادہ۔ ضحاک وغیرہم سے۔ اور یہی صحیح ہے بنظر ماقبل کے۔ اور اسی کو تائید دیتی ہے دوسری قراۃ۔ اور آیۃ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ الخ احادیث نزول کی بطریق تواتر بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔ پس ضمیر اِنَّهٗ کی قرآن کیطرف پھیرنی غیر صحیح ہے سیاق اور اقوال صحابہ اور تابعین کے رُو سے۔ اور عیسٰے علیہ السلام کیطرف پھیرنی باعتبار زندہ کرنے انکے مُردوں وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی غیر صحیح ہے بلحاظ تفسیر صحابہ وتابعین کے اور بلحاظ سیاق ایضاً بنظر دقیق۔ اَعلم بالقرآن ابن عباس بروایت ابی صالح بھی اس آیت میں یونہی فرماتے ہیں

اب بخوبی واضح ہوچکا کہ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام میں جو اِنَّهٗ کی ضمیر کا مرجع قرآن لکھتے ہیں غیر صحیح ہے۔ سیاق آیۃ اور تفاسیر صحابہ وتابعین کی رو سے قولہ تعالیٰ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ الخ اس آیۃ میں مِنْهُ کی ضمیر اور ایسا ہی اَمْ هُوَ اور اِنْ هُوَ اور اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ اور جَعَلْنَاهُ یہ سب ضمائر ابن مریم کیطرف ہی راجع ہیں۔ مرزا صاحب اگر وَاِنَّهٗ کی ضمیر کو قرآن کیطرف پھراتے ہیں تو ان ضمائر مذکورہ کو بھی قرآن کیطرف راجع فرمائیں

تاکہ تحریف مضمون قرآن کریم کی بخوبی ہو جائے۔ نزول مسیح مستلزم ہے رفع جسمی اور حیات مسیح الی الآن اور بطلان مذہب مذکور کو۔

آٹھویں وجہ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منجملہ علامات قیامت کے خروج شخص معین مسمی بہ دجال یہود میں سے اور مسیح ابن مریم کا بعد نزول اسکو قتل کرنا بیان فرمایا بمقتضائے آیت مذکورہ ہمکو ایمان بما جاء بہ الرسول علیہ السلام واجب اور انکار اسکا موجب کفر ہے۔ **خیال رکھنا چاہئے** کہ رفع جسمی مسیح اور نزول کا ثبوت چونکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ متواترہ سے نہایت واضح طریق پر ہو گیا تو بعد اسکے مومن بما جاء بہ الرسول علیہ السلام کو ہرگز ہرگز متوجہ ہونا اناجیل کیطرف باعث دھوکا کھانے یہود اور نصارٰی کے اس مقام میں بوجہ القاء شبہ جائز نہیں۔ اسی دھوکا کھانے اور تشکیک کی وجہ سے تواتر انکا بھی قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ اجتماع شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ واقعہ قتل اور صلب مسیح جو اناجیل میں مذکور ہے اور ایسا ہی اقرار یہود کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ الخ کہتے تھے انکی تکذیب نص وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے ہو چکی جیساکہ مسیح ابن مریم نے خود برنبا کو فرمایا تھا کہ۔ اے برنبا چونکہ حواری اور والدہ نے ہماری دنیاوی محبت سے مجھے ابن اللہ کہتے تھے یعنی اُس معنے سے جو کیسے لائق نہیں۔ خداوند چاہا کہ قیامت کے دن مجھ پر ہنسی نہ ہو۔ تو دنیا میں یہودا کی مصلوبیت اور موت سے مجھے بدنام کرنا چاہا لیکن یہ غلطی تا وقت تشریف آوری محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہوگی۔ جب وہ تشریف لائیں گے تو اس غلطی کو دفع فرمائیں گے۔ انجیل برناباس ادریس کا قول نامہ یہودا میں اسی مضمون پر دال ہے کہ لوگ صاحب یعنی مسیح پر ہنسینگے اور جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہونگے تب لوگوں کو سزا دینگے۔ مطابق اس پیشینگوئی مسیح کے قرآن کریم نے برأت مسیح کی تہمت قتل اور مصلوبیت سے بیان فرمائی جیساکہ اصل واقعہ یعنی رفع مسیح علی السماء کو ذکر کیا۔ کیونکہ رفع الی اللہ اور رفع علی السماء مساوق ہیں۔ **الغرض** کتب سابقہ میں سے جس مضمون کی تکذیب قرآن کریم یا احادیث صحیحہ متواترہ سے ہو گئی ہو ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ اور جس مضمون کا مصدق قرآن کریم ہو اسکی نقل بطریق استشہاد لا من حیث الاعتقاد جائز ہوگی۔ جیساکہ حدیث بخاری

بلّغوا عنی ولو آیۃً وحدثوا عن بنی اسرائیل ولاحرج الخ کے محمل کی یہی صورت ہے۔ اور جسکی تصدیق اور تکذیب دونوں سے قرآن کریم ساکت ہو۔ اُسکے بارہ میں مومن کو چاہئیے کہ مطابق حدیث شریف لاتصدقوھم ولاتکذبوھم کے نہ تصدیق اُسکی کرے اور نہ تکذیب (تفسیر ابن کثیر) بناء علیہ جس مقام میں روایت اناجیل کی مطابق نص قرآن کریم یا احادیث متواترہ کے ہو نقل اسکی جائز ہے۔ جیساکہ رسولوں کے اعمال۔ پہلا باب۔ ۹ درس۔ اور وہ یہ کہکے اُنکے دیکھتے ہوئے اوپر اُٹھایا گیا اور بدلی نے اُسے اُنکی نظروں سے چھپالیا۔ ۱۰۔ اور اُسکے جاتے ہوئے جب وے آسمان کی طرف تاک رہے تھے دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے اُنکے پاس کھڑے تھے۔ ۱۱۔ اور کہنے لگے اے جلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کیطرف دیکھتے ہو یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اُسیطرح جسطرح تمنے اُسے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آویگا۔ اس میں فقرہ (پھر آویگا) مطابق آیۃ وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الخ اور آیۃ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اور احادیث نزول کے ہے۔

سوال۔ افقہ الناس ابن عباس نے مُتَوَفِّيكَ کا معنے مُمِيتُكَ کا لیا ہے بناءً علیہ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ کا معنے یہ ہوا کہ اے عیسٰے میں تجھے مارنیوالا ہوں۔ اسی طرح فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ میں بھی۔ اس سے جب وفات مسیح بن مریم ثابت ہو چکی تو بالضرور بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں رفع سے رفع روحانی لینا پڑیگا۔ اور احادیث نزول مسیح واجب التاویل ہوں گی۔ کیونکہ مرنیکے بعد ارواح مقربین بشہادت قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ اور فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي اور احادیث صحیحہ کے جنت میں داخل ہوتی ہیں۔ بعد ازاں بموجب آیۃ وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ جنت سے نکالی نہیں جاتیں۔ بناءً علیہ مسیح بن مریم بعد مرجانیکے دوبارہ دنیا میں ہرگز نہیں آسکتے۔

جواب۔ افقہ الناس ابن عباس کا فیصلہ ہم کو بسر و چشم منظور ہے۔ مگر پہلے آپ علیٰ رؤس الاشہاد اقرار کرلیویں کہ ہم بھی افقہ الناس کے قول سے منحرف نہ ہوں گے۔ انسان معاملہ سے پہچانا جاتا ہے۔ ناظرین ازالہ اور ایام الصلح سے معلوم کرسکتے ہیں۔ کیا آپنے قصہ صعود ایلیا سے جو کتاب سلاطین میں مذکور ہے اپنے دعوے پر تمسک نہیں پکڑا۔ اور اُسی کتاب میں صعود ایلیا بجسدہ العنصری جو مذکور ہے پھر اس سے منحرف نہیں ہوئے۔ یا مسیح کے مصلوب ہونے میں پہلے اناجیل اربعہ سے کام لیکر بعد ازاں رفع جسمی سے جو کتاب اعمال میں صراحۃً مذکور ہے

منحرف نہیں ہوئے۔ یا توفی کے معنے موت لینے ہیں ابن عباس کو اعلم بالقرآن سمجھ کر مقتدی
بنا کے اور انکی اتباع کا دم بھر کے بعدازاں آیۃ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور ایسا ہی وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ
اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ اور قَبْلَ مَوْتِهٖ کے معنے میں جو وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ
قَبْلَ مَوْتِهٖ میں مذکور ہے۔ اور ایسا ہی وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ان سب میں قول افقہ الناس
ابن عباس کو سلام نہیں کہا۔ یا اجماع امت مرحومہ کو عقیدہ رفع جسمی مسیح پر پہلے اجماع کو رنہ
ازالہ اوہام میں اور اہل اجماع کو حزب نادان اور بے حیا ایام الصلح میں قرار دے کر پھر سب کے عقیدہ
کو مطابق اپنے عقیدہ کے بدلائل واہیہ ازالہ اور ایام الصلح میں ثابت نہیں کیا۔ اور احادیث
نزول اور ظہور دجال کو پہلے بعض کو ضعیف اور بعض کو مضطرب اور بعض کو مخالف توحید
ٹھہرا کر بعدازاں انہیں کا مصداق خود ہی نہیں بنگئے۔ بعد اسکے اولاً تو یہ معروض ہے کہ اثر مذکور
ابن عباس کا بواسطہ علی بن ابی طلحہ کے مروی ہے۔ اور اہل الجرح والتعدیل کو اس میں
کلام ہے۔ چنانچہ قسطلانی نے تضعیف اور عدم ثبوت ملاقات اسکی کو ساتھ ابن عباس کے
ذکر کیا ہے۔ اور تقریب میں ہے علی بن ابی طلحۃ سالم مولی بنی العباس سکن
حمص ارسل عن ابن عباسؓ ولم یرہ من السادسۃ صدوق قد یخطی۔ انتہی۔
وفی الخلاصۃ قال احمد لہ اشیاء منکرات۔ وفی المیزان قال احمد بن حنبل لہ
اشیاء منکرات۔ قال دحیم لم یسمع علی بن ابی طلحۃ التفسیر عن ابن عباس۔
اور ثانیاً بر تقدیر صحت کے مثبت اس امر کا نہیں ہو سکتا کہ معنے مذکور کو یعنے ممیتک مذہب
ابن عباسؓ کا قرار دیا جائے بلکہ جائز ہے کہ منجملہ دیگر مباحثات یومیہ صحابہ کرام کے بطریق بیان
احتمال ہو۔ پہلے مفسرین کے زمانہ میں چونکہ اسالیب تقریر منقح ہونے میں نہیں آئے تھے
لہذا تقریر احتمالی انکی تقریر بالجزم سے مشتبہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً ابن عباسؓ آیۃ فَامْسَحُوْا
بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ کے متعلق فرماتے ہیں لا اجد فی کتاب اللہ الا المسح لکنھم
ابوا الا الغسل یعنی قرآن کریم میں بغیر مسح پاؤں کے میں نہیں پاتا ہوں لیکن یہ لوگ یعنی
صحابہ کرام نہیں مانتے مگر غسل کو۔ اب جو شخص حقیقت روزمرہ مباحثہ صحابہؓ سے واقف نہوگا
وہ مسح قدموں کو مذہب ابن عباسؓ کا سمجھ لیگا۔ حالانکہ ابن عباسؓ کو ایک اشکال کی تقریر تھی

منظور ہے۔ تاکہ امتحان کریں کہ علماء عصر اس اشکال کے دفع میں کیا کہتے ہیں۔ مذہب آپکا وہی غسل قدمین ہے۔ ما نحن فیہ میں بھی محتمل ہے کہ تفسیر مُتَوَفِّيكَ کی مُمِيتُكَ کے ساتھ اسی قبیل سے ہو۔ اور یہ کوئی خیال نہ فرمائے کہ اس تقریر پر نقل سے امان اٹھ جائیگا کیونکہ محتمل مذکور پر آثار صحیحہ ابن عباس کے جو متعلق بَلْ رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ اور وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الخ اور وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کے بالاسناد لکھ چکا ہوں شاہد ہیں۔ ماسوا ان کے احادیث نزول مرویہ ابن عباس رض کی بھی مؤید احتمال مذکور ہیں ذکر العینی۔ وروی ابو نعیم فی کتاب الفتن من حدیث ابن عباس ان عیسٰی اذ ذلک یتزوج فی الارض فیقیم بها تسع عشرة سنة الی ان قال وعن ابن عباس یتزوج الی قوم شعیب وختن موسی علیہ السلام وهم جذام فیولد له فیهم ویقیم تسع عشرة سنة۔ انتہی۔ اور ثالثاً اگر ابن عباس رض کا مذہب بھی مانا جائے تاہم عقیدہ اجماعیہ اسلامیہ کو مضر نہیں۔ کیونکہ ابن عباس رض بلحاظ نص بَلْ رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ جس میں موت طبعی کا معنے لینا ممکن نہیں۔ جیسا پہلے گذر چکا ہے۔ آیت يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ میں بعد ارادہ معنی مُمِيتُكَ کے قائل بہ تقدیم و تاخیر ہے اخرج اسحق بن بشر وابن عساکر من طریق جوہر عن الضحاک عن ابن عباس فی قوله إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ یعنی رافعك ثم متوفیك فی آخر الزمان (در منثور) حاصل ابن عباس سے قول اللہ تعالیٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ میں تقدیم و تاخیر مروی ہے یعنی یوں عبارت آئی ہے کہ رافعك ثم متوفیك فی آخر الزمان اور ایسا ہی تفسیر عباسی میں بھی۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم و تاخیر کا آیۃ مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں۔ شواہد تقدیم و تاخیر کے آیات قرآنیہ میں یہ ہیں۔ قول باریتعالیٰ فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً میں بھی ابن عباس سے تقدیم و تاخیر مروی ہے۔ یعنی انہوں نے یوں تفسیر کی فقالوا جهرة ارنا الله اور ابن حاتم نے قتادہ سے قوله تعالیٰ فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا میں تقدیم و تاخیر روایت کی ہے یعنی فرمایا کہ اصل عبارت اس طرح ہے فلا تعجبك اموالهم ولا اولادهم فی الحیوة الدنیا انما یرید الله لیعذبهم بها فی الآخرة اور مجاہد سے قوله تعالیٰ أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا قَيِّمًا ای انزل علی عبده الکتب قیما ولم یجعل له عوجا

مروی ہے۔ اور قتادہ سے قولہ سبحانہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ میں انی رافعك الیّ و متوفیك مروی ہے۔ اور عکرمہ سے قول باری عزّ اسمہ۔ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ۔ میں لهم عذاب شديد يوم الحساب بما نسوا مروی ہے۔ اگر زیادہ مرویات صحابہ کرام و تابعین وغیرہ در بارہ تقدیم و تاخیر دیکھنے منظور ہوں تو بالتفصیل تفسیر اتقان سے ملاحظہ فرمائیں۔ و نیز فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ كَذٰلِكَ يُوْحِيْ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ۔ اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ الخ میں معطوف باعتبار تحقق خارجی کے معطوف علیہ سے مقدم ہے اور قرآن شریف میں ہزاروں مثالیں موجود ہیں جن میں معطوف معطوف علیہ سے تحقق میں مقدم ہے۔ الغرض۔ آپ کو قول ابن عباس کا مُتَوَفِّيْكَ مُمِيْتُكَ فقط مفید نہیں ہو سکتا جبتک قول انکا متعلق فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کے بھی ارادہ معنے موت کے لئے ذکر نہ کریں اور بعد اسکے آثار مرویہ کو جو متعلق نصوص مذکورہ کے ہیں ساقط عن الاعتبار ٹھہرائیں۔ یا ہم قول ابن عباس کا متعلق فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کے جو دال ہو ارادہ معنے غیر موت پر بیان کرتے ہیں۔ اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ يقول عبيدك قد استوجبوا العذاب بمقالتهم وان تغفر لهم اى من تركت منهم ومد فى عمره يعنى عيسىٰ عليه السلام) حتى اهبط من السماء الى الارض يقتل الدجال فنزلوا عن مقالتهم ووحدوك واقروا انا عبيدك وان تغفر لهم حيث رجعوا عن مقالتهم فانك انت العزيز الحكيم (جلال الدین سیوطی۔ درّ منثور)

ایسا ہی تفسیر عباسی میں تَوَفَّيْتَنِيْ کا معنے رفعتنی مذکور ہے۔ اگر آپ کو ابن عباس کا مسلک لینا ضروری ہے تو قبول فرماویں۔ یہ تو نہ ہو کہ تارک صلوٰۃ نے تمسک آیۃ وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ سے پکڑا۔ دوسرے نے کہا بیاں ابھی مضمون پورا نہیں ہوا وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى کو بھی ساتھ ملاحظہ کرو۔ جسکا مضمون یہ ٹھہرا کہ "حالت نشہ میں نماز مت پڑھو"۔ تو متمسک (اول) نے کہا کہ "سارے قرآن پر تمہارا باپ عمل کرتا ہوگا۔ ہم سے اگر ایک آیت پر بھی ہو تو بڑی بات ہے۔ قول ابن عباس اگر قابل احتجاج ہے تو اسکو اول سے آخر تک ملاحظہ فرماویں۔ پھر دیکھئے رفع جسمی کسطرح کھلے کھلے طور پر بشہادت تفسیر ابن عباس ثابت ہوتا ہے۔ اب ناظرین با انصاف سمجھ چکے ہوں گے کہ تفسیر ابن عباس کا پیرو

اور متبع کون ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا ہو گا کہ مرزا صاحب نے اتباع ابن عباس کو تو بجائے خود چھوڑا
اُلٹا بہتان صحابی پر باندھا۔ جیسا کہ امام بخاری کے اوپر کہ وہ بھی حدیث نزول ابن مریم میں مثیل ابن
مریم مراد لیتے ہیں۔ بلکہ سب ائمہ سلف کا یہی اعتقاد تھا۔ یعنی وفات مسیح ابن مریم۔
میں کہتا ہوں۔ امام بخاری تو احادیث نزول کے تراجم میں آیات سورۂ مریم اور آل عمران کو
لاکر بعد ازاں بیان احادیث فرماتے ہیں۔ اب ہر ایک منصف سمجھ سکتا ہے کہ اگر آیات قرآنی میں ذکر
مسیح بن مریم کا ہے جو نبی وقت تھے تو ان احادیث میں بھی اُنکا ذکر ہو گا۔ اور اگر آیات میں ذکر خیر
جناب مرزا صاحب کا ہے تو احادیث میں بھی مثیل بن مریم مراد ہو گا۔ میں نہایت متعجب ہوں
کہ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں بڑے زور سے علماء اسلام پر اعتراض کرتے ہیں (کہ حدیث
بخاری والذی نفسی بیدہ الخ میں مولوی صاحبان فقرہ یکسر الصلیب اور ایسا ہی
یقتل الخنزیر میں تو تاویل سے کام لیتے ہیں اور ابن مریم سے مثیل اُنکا مراد لینے میں ماول کو
ملحد قرار دیتے ہیں)۔ معروض خدمت ہے کہ علماء اسلام کسطرح پر تاویل کر سکیں بعد ازاں
کہ نصوص قرآنیہ سے بہ تفسیر ابن عباس رفع جسمی اور نزول مسیح صاحب انجیل کے ساتھ ایمان لا چکے
ہوں۔ اور پیشنگوئیاں حلفی اور تاکیدی طور پر اُسی مسیح کے بارہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بطریق
تواتر معنوی سن چکے ہوں جس میں امکان تاویل بہ مثیل بھی گنجائش نہیں رکھتا۔ مثلاً شب معراج میں
مسیح ابن مریم کا بوقت گفتگو ہونیکے قیام قیامت کے بارہ میں فرمانا کہ تعیین وقت تو میں نہیں کر سکتا
مگر میرے ساتھ میرے رب نے عہد کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہو گی جبتک تو زمین پر اُتر کر دجال اور
قوم یاجوج ماجوج کو ہلاک نہ کریگا۔ الخ تفسیر در منثور اور ابن کثیر اور خازن۔ اخرجہ احمد۔ جیسا کہ
بیان کیا گیا اسناد و متن اس حدیث کا احادیث نزول میں۔ جسکا اول یہ ہے قال احمد حدثنا
هشيم عن العوام بن حوشب عن جبلة بن سحيم عن مؤثر بن غفارة عن ابن مسعود
عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لقيت ليلة اسرى بي ابراهيم وموسى وعيسى عليهم السلام
اور بھی روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے ساتھ اسناد دوسرے کے۔ شاید مرزا صاحب ہی نے

ا دوسری وجہ بہتان کی امام بخاری پر وہ حدیث ہے جس کو امام بخاری نے تاریخ میں بیان کیا ہے جس کو میں لکھ آیا ہوں تیسری
وجہ بہتان کی کہنا بخاری کا باب نزول عیسے بن مریم۔ اگر مذہب امام بخاری کا مثیل عیسے ہوتا تو استعارہ کے طور پر بیان
نہ کرتا بلکہ تصریح بہ مذہب خود ضروری تھی ۱۲۔ منہ۔

شب معراج میں بیان معاہدہ رب کا ہو اُسے مذکور ہوا ہے کیا ہو۔ اس مضمون کا اقرار کرنا بنسبت باقی افترآت کے اُن کے سامنے کچھ بڑی بات نہیں۔ الغرض علماء اسلام بعد ایمان بما جاء بہ الرسول علیہ السلام کسطرح حدیث مذکور میں ابن مریم سے مثیل ابن مریم مراد لیں اور ایمان اپنا ضائع کریں اور دنیا میں بھی مولوی کے مولوی رہیں۔ جناب مرزا صاحب کو اتنا فائدہ تو ہے کہ لقب عیسویت اور شان مہدویت چند سادہ لوحوں کے سامنے حاصل کیا۔ علماء بیچاروں کو کیا فائدہ؟ جناب عالی! یہی وجہ ہے علماء کی ابن مریم سے مثیل ابن مریم مراد نہ لینے کی۔ باقی رہا فقرہ یکسر الصلیب اور ایسا ہی ویقتل الخنزیر میں تعذر حقیقت دلیل ہے ارادہ مجاز کی۔ شاید آپ کے نزدیک وقوع مجاز ایک فقرہ کلام میں دلیل ہے سب کے سب فقرات کلام کے مجاز ہونے پر۔ ایسے خانہ زاد اصول کے ایسے ہی نتائج ہوا کرتے ہیں اور رابعًا تطبیق بین الآیات میں بعد اسکے کہ استشہاد محاورہ قرانیہ وعرف قرن اول ولغت کے ہو کچھ ضرور نہیں کہ وجہ تطبیق ایک ہی معنے اور احتمال میں منحصر رکھی جاوے۔ ابن عباسؓ اور سائر مفسرین صحابہ میں سے بعد مراعاۃ مذکور کے وجوہ تطبیق میں اقوال متعددہ بیان فرماتے ہیں۔ بلکہ بحسب لایکون الرجل فقیھا کل الفقہ حتی یری للقرآن وجوھا کثیرۃ کے کمال تفسیر دانی کا معیار عدم حصر کو ٹھہرایا گیا ہے۔

اب ہم لفظ توفّی کا معنے سوائے معنے موت کے قرآن کریم اور لغت سے ثابت کر کے وجہ تطبیق بین الآیات بیان کرتے ہیں۔ توفّی ماخوذ ہے وفا سے۔ وفا کا معنے پورا ہونا کہتے ہیں فلانی چیز کافی وافی ہے۔ یعنی پوری۔ ایفاء کا معنے پورا کرنا۔ اور توفّی تفعّل ہے بمعنے استفعال کے یعنے استیفاء جسکا ترجمہ پورا لینا۔ لغت کی کتابیں مثل صحاح اور صراح اور قاموس وغیرہ۔ اور ایسا ہی تفاسیر سب متفق ہیں معنے مذکور پر۔ اور یہ امر بھی نہایت ہی قابل غور ہے کہ لغت اور تفاسیر میں مستعمل فیہ کو بیان کرتے ہیں۔ گو کہ موضوع لہٗ نہ بھی ہو۔ بلکہ فرد ہی اسکا ہو۔ یا کسی نوع کا علاقہ معنے موضوع لہٗ سے رکھتا ہو۔ جیسا کہ لفظ اِلٰہ جسکا معنے معبود مطلق ہے واجب ہو یا ممکن اور الٰہہ بمعنے معبودات مطلقہ کے۔ کواکب ہوں یا بُت یا آدمی۔ حالانکہ بہت جگہ اہل لغت اور مفسرین بھی تفسیر الٰہہ کی اصنام سے کر دیتے ہیں۔ صراح وغیرہ کتب لغت کو الٰہہ کے متعلق دیکھیں اور تفسیر ابن عباس کو متعلق اموات غیر احیاء کے ملاحظہ فرمائیں کہ اموات۔ اصنام لکھتے ہیں۔ ہر سلیم الطبع پر ظاہر ہے کہ اصنام

یعنی بت معنی موضوع لہ لفظ الٰہہ کا نہیں بلکہ ایک فرد ہے معنی موضوع لہ کا جو معبودات مطلقہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ بودے لوگ اردو خوان زعمی مولوی ایسے مقامات کو دیکھکر دہوکا کھا جاتے ہیں یعنی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بھی بیان معنے وضعی کا ہے۔ بلکہ اُسی کو حصر کے طور پر بہ نسبت اس مطلق کے موضوع لہٗ قرار دیتے ہیں۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ مطلق کو فرد سے ممتاز نہیں کر سکتے۔ **الغرض**۔ الفاظ مشتقہ میں معنے حقیقی کبھی اَور ہوتا ہے اور مستعمل فیہ اَور۔ مانحن فیہ میں بھی مرزا صاحب اور اُنکے اتباع کو بھی دہوکا لگا ہوا ہے۔ لغت کی کتابوں میں جو دیکھا کہ توفّی کا معنے موت بھی ہے اور صحیح بخاری میں مُتَوَفِّيكَ کی تفسیر ابن عباسؓ نے مميتك سے کی تو اس اشتباہ مذکور میں پڑ گئے۔

مَیں جانتا ہوں کہ یہ لوگ الٰہہ اور اموات کا معنے اصنام ہی خیال کرتے ہوں گے۔ ورنہ توفّی سے معنے موت ہی کا لینے میں ایسے مستحکم نہ ہوتے۔ فی الواقع یوں ہے کہ توفّی اور استیفاء میں بجز پورا لینے کے اَور کچھ ماخوذ نہیں۔ توفّی نے جسکے ساتھ تعلق پکڑا ہے دیکھا جائیگا۔ وہ کیا چیز ہے، روح ہوگی یا غیر روح۔ اگر روح ہے تو پکڑنا روح کا پھر منقسم ہے دو قسموں پر۔ ایک تو اس کا پکڑنا مع الامساک یعنے پکڑنے کے بعد نہ چھوڑنا۔ اسکا نام تو موت ہے۔ موت کے مفہوم میں دوام توفّی کے مفہوم سے علاوہ اعتبار کئے گئے۔ ایک روح دوسرا امساک۔ دوسرا قسم توفّی کا نیند ہے۔ جسکے مفہوم میں قید روح اور ارسال یعنے چھوڑ دینا ماخوذ ہے۔ الحاصل۔ موت اور نیند دونوں فرد ہوئے توفّی کے (تفسیر کبیر۔ ابن کثیر۔ شرح کرمانی صحیح بخاری) اور متعلق توفّی کا اگر غیر روح ہو تو وہ بھی یا جسم مع الروح ہوگا۔ جیسا کہ اِنِّي مُتَوَفِّيكَ یا اَور چیز جیسا کہ توفیت مالی (قاموس) بیان اس امر کا جو مذکور ہو چکا ہے یعنی توفّی کا معنے فقط کسی شئے کا پورا لے لینا ہے۔ عام اس سے کہ وہ شئے روح ہو یا غیر روح اور بر تقدیر روح ہونیکے مقید بارسال ہو یا بامساک نص سے بھی ثابت ہے۔ یعنی قرآن کریم کی اس آیت سے جس سے خداوند کریم کو اظہار تصرف اور قدرت اپنی کا اسی پیرایہ میں منظور ہے کہ اللہ تعالیٰ ارواح کو بعد القبض کبھی تو بند کر رکھتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا ہے۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا الخ۔ اللہ تعالیٰ قبض فرماتا ہے ارواح کو حالت موت اور نیند میں فقط اتنا ہی فرق ہے کہ موت میں امساک اور نیند میں ارسال ماخوذ ہے۔ اس آیۃ میں تو استعمال لفظ توفّی کا مشترک میں ظاہر ہے یعنی فقط قبض ارواح مدلول ہے لفظ الانفس کا اور آیت وَهُوَ الَّذِيْ

يَتَوَفّٰكُمْ بِاللَّيْلِ الخ میں مستعمل ہے نیند میں جو فرد ہے مفہوم توفّی کا یعنی قبض کا۔ اور آیۃ اَلَّذِیْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ الخ وغیرہ آیات میں مدلول اسکا موت ہے جو منجملہ افراد اُسی توفّی کے ہے يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ میں۔ اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ میں بھی معنی موت کا مطابق بعض نظائر قرآنیہ اور غیر قرآنیہ کے جیسا کہ توفی اللہ زیدًا توفی اللہ عمرًا توفی اللہ بکرًا وغیرہ وغیرہ لیا جاتا۔ اگر نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی رفع جسمی مسیح بن مریم پر شہادت نہ دیتی جیسا کہ لکھ چکا ہوں۔ یا آیات وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ اور وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ۔ اور احادیث صحیحہ جو دال ہیں اُسی رفع جسمی پر استلزامًا وارد نہ ہوتیں۔ کیونکہ جب ایک شخص کا بخصوصہ نص سے حکم معلوم ہو جائے تو عموم آیات میں جو برخلاف اُس حکم کے ہوں داخل نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ لفظ جو مستعمل اُسکے بارہ میں ہے محمول ہوتا ہے اپنے نظائر پر۔ دیکھو آدم علیہ السلام کی پیدائش کا حال جب نص خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ سے معلوم ہو چکا تو پھر اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ اور ایسا ہی خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ سے مستثنیٰ ہے اور قول قائل کا خلق اللہ آدم محمول نہ ہوگا اپنے نظائر پر یعنی خلق اللہ زیدًا خلق اللہ بکرًا وغیرہ وغیرہ جو کروڑہا سے زائد ہیں۔ یعنی یہ نہ کہا جائیگا کہ کیفیت خلقت آدم وغیرہ بنی نوع یکساں ہے۔ ایک معنی کا بکثرت مستعمل فیہ ہونا دلیل ارادہ اُسکی در صورت قیام قرینہ صارفہ کے جو یہاں پر نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی ہے نہیں ہو سکتی۔ اب ہر ایک صاحب فہم اور منصف پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ میں توفّی سے معنے موت کا لینا اور تقدیم تاخیر نہ کہنی اور معنی موت کے ارادہ پر شہادت نظائر مثل وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وغیرہ وغیرہ پیش کرنی منشار اسکا بغیر از جہالت اور کیا قرار دیا جائے۔ تعجب ہے کہ جناب مرزا صاحب ازالہ اوہام اور ایام الصلح میں کہیں تو استعمال لفظ توفّی کو حسب محاورہ قرآن کریم کے معنے موت ہی میں منحصر کہتے ہیں اور کہیں وجہ اطلاق توفّی کی نیند پر النوم اخ الموت کو قرار دیتے ہیں۔ ایک تو دہو کا موضوع لہٗ کے فرد کو عین موضوع لہٗ سمجھنے کا کھایا۔ اور دوسرا اطلاق المطلق علی بعض افرادہ کو از قبیل اطلاق الفرد علی الفرد سمجھ لیا۔ ازالہ ص ۳۳۲۔

اور پھر بعد دعویٰ حصر مذکور کے قائل با استعمال توفّی نیند میں بھی حسب محاورہ قرآن کریم ہوئے۔

الغرض۔ آیۃ یٰعِیسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ میں یا تو معنے موت کا لیکر مع قول بہ تقدیم تاخیر فی الآیۃ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے معنے رفع کا ابن عباسؓ کی طرح لینا پڑیگا۔ یا ہر دو جگہ معنی قبض کا لینگے۔

پھر مکرر عرض کرتا ہوں کہ جب حسب نص بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کے رفع جسمی اور حیات اِلی الآن مسیح کی ثابت ہو چکی تو پھر آپ کو تاویل احادیث پر کونسا باعث رہا۔ کیونکہ باعث تاویل تو یہی تھا کہ آپ مُتَوَفِّیْکَ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے موت مسیح ثابت کر کے رفع کو قرب منزلت اور نزول کو ظہور پر محمول فرماتے تھے۔ اور مسیح بن مریم سے بطریق استعارہ مثیل مسیح لیتے تھے تشریح سب آیات کی حسب محاورہ قرآن کریم و شہادت سیاق سے اثبات حقیت عقیدہ اجماعیہ کا کامل طور پر ہو گیا لکھ چکا ہوں۔ بعد عدم تعذر معنے حقیقی بلکہ واجب الارادہ ٹھہرنے اُس کے وقوع استعارات کی اگر لاکھوں نظیریں آپ بیان فرماویں تو بھی ما نحن فیہ میں دلیل ارادہ مجاز نہیں ہو سکیں گی۔ میں کہتا ہوں۔ آپ علماء کرام سے بڑے اصرار سے ہر معنے پر شہادت محاورہ قرآنیہ طلب فرماتے ہیں آپ لفظ عیسٰی بن مریم سے مثیل اُنکا مراد لینے پر محاورہ قرآنی یا سوائے ما نحن فیہ یعنی احادیث نزول کی کوئی حدیث صحیح بتلادیں۔ ہرگز نہیں بتلا سکتے۔ نہایت حیرت انگیز تو یہ امر ہے کہ آجتک مسیح موعود یعنی آپنے فقرہ یَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ کے سارے کرہ زمین کے اوپر سے فقط اپنے معتقدوں کو مسلمان کیا۔ کیا بغیر ان کے یہود و نصاریٰ و ہنود سب حق پر ہیں۔ اور یہی بیچارے خنزیر خور اور صلیب پرست علاوہ تمام دُنیا کے تھے جنکو آپ ہی نے قتل اور کسر فرما کر موحد بنایا؟ ہرگز نہیں۔ یہ لوگ تو اوّل ہی سے موحد تھے۔

سوال۔ ابن عباسؓ کی تفسیر جو متعلق بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ اور وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اور وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے ہے بخاری میں تو مذکور نہیں اُس میں فقط متوفیک کی تفسیر ممیتک مذکور ہے۔ **جواب**۔ عدم ذکر بخاری دلیل عدم صحت کی نہیں ہو سکتی۔ امام بخاری خود فرماتے ہیں۔ ما ادخلت فی کتاب الجامع الا ما صح وترکت کثیرا من الصحاح لحال الطول۔ یعنی بہتیری حدیثیں صحیحہ میں نے ذکر نہیں کیں اپنی کتاب جامع یعنی صحیح بخاری میں۔ نہایت تعجب ہے کہ اگر عدم ذکر امام بخاری دلیل صحیح نہ ہونے کی ہے تو پھر آپ استدلال ان احادیث سے جو بخاری میں نہیں کیوں [illegible]

شُدُّ الاَمَهْدِی اِلَّا عِیْسٰی ۔ لَوْکَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰے اِلٰخ وغیرہ وغیرہ ۔ یا بغیر بخاری کے اور کوئی کتاب قابل استشہاد نہیں تو ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۸۴۳ میں آپ کشاف اور معالم اور تفسیر رازی اور ابن کثیر اور مدارک اور فتح البیان کے حوالے کیوں دیتے ہیں ۔ ہم بھی اُسی ابن کثیر کو پیش کرتے ہیں ۔

سوال ۔ آیۃ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں تقدیم تاخیر کہنا اور ترتیب قرآنی کو بگاڑنا اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے معنے رفع کا مراد لینا یہ الحاد اور تحریف ہے ۔ قرآن شریف میں اول سے آخر تک بلکہ صحاح ستہ میں بھی انہی معنے کا یعنے موت کا التزام ہے ۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰۱ اور صفحہ ۹۲۲ کا خلاصہ یہ ہے ۔ جواب ۔ میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ آپ ابن عباس کی اتباع سے آخر کار منحرف ہونگے اب ویسا ہی ظاہر ہوا ۔ مزید براں (العیاذ باللہ) اُنکو ملحد اور محرف بھی ٹھہرایا جیسا کہ باقی مفسرین اہل اسلام کو سلف سے خلف تک جنہوں نے معنے قبض یا رفع کا لیا ہے ۔ جناب عالی ! اتنی جرئت اور گستاخی ایک عامی مسلمان کے بارہ میں بھی نہ چاہیئے چہ جائیکہ صحابہ کرام اور ائمہ سلف کے حق میں ۔

ناظرین ! آیات قرآنیہ کو جن میں وقوع تقدیم و تاخیر سب کے نزدیک واجب التسلیم ہے جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں ملاحظہ فرمالیں ۔ اور معنے رفع اور قبض توفی سے مراد لینا بشہادت قرآن کریم پہلے اسی رسالہ میں ثابت ہو چکا ہے ۔ آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۲ میں فرماتے ہیں ۔ غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اُتریگا ۔ نہایت لغو اور بے اصل بات ہے صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں ۔ بھلا اگر ہے تو کم سے کم تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیجئے جو اس بارہ میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہیں ۔ ورنہ ایک یا دو آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بد دیانتی ہے میں عرض کرتا ہوں قرآن اور حدیث اور اجماع اُمت مرحومہ تو اس بیان کی شہادت دے رہے ہیں ۔ پھر معلوم نہیں لغو اور بے اصل کیوں ٹھہرایا جاتا ہے ۔ ہاں ۔ آپ کے مسیح موعود ہونے میں بیشک خلل انداز ہیں ۔ اسی خلل اندازی کی وجہ سے سب اہل اسلام سلف سے خلف تک ملحد قرار دیئے گئے (یا ہادی اھدنا الصراط المستقیم) ۔ جناب ! آپ پہلے کسی مسئلہ اجماعیہ میں روایات صحابہ با سانید اور بقید اسامی تین چار سو تک بیان فرما دیں بعد ازاں ہم تین چار ہزار تک بیان کر دینگے اجی حضرت ! آپ ایسے مغالطوں اور دھوکا دینے سے اردو خوانوں اور عوام کو کس لیئے گمراہ کرتے ہیں

صحابہ کرام کے نام رسالہ ہذا میں آپ دیکھ چکے ہوں گے۔ پھر جبتک آپ پانچ دس کا بھی انکار ثابت نہ کریں تو اجماع منقوض نہ ہوگا۔ حضرت من! صحابہ کو قرآن کریم کے واقعات منصوصہ کے ساتھ ایمان تھا اور چونکہ اہل لسان اس مضمون کو آیت مذکورہ سے بلا تکلف اور بلا احتمال غیر رفع جسمی کے سمجھ چکے تھے تو پھر کیا ضرورت واقع ہوئی جو موجب ذکر اس مضمون کا بین الصحابہ اختلافیات کی طرح ہو۔ بلکہ یہی بڑی دلیل ہے اسکے مجمع علیہ ہونے پر۔ آپ ہی کسی قصہ میں قصص قرآنیہ سے جو صریح طور پر سمجھے گئے ہیں۔ مثلاً قصہ اصحاب کہف میں اقوال صحابہ کے دس تک بھی ذکر فرمائیں پانچسو کی آپ کو معافی ہے۔ اسی لئے آجتک ذکر نزول مسیح نص محکم قرآنی سے علماء کرام تلاش کرتے آئے۔ بخلاف صعود جسمی کے کہ وہ تو صراحۃً مذکور تھا۔ **سوال**۔ ہم نے مانا کہ ابن عباسؓ آیۃ یٰعیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں تقدیم اور تاخیر کے قائل ہیں مگر وجہ تقدیم ماحقہ التاخیر کی کیا ہے۔ یعنی مقدم ذکر کرنا متوفی کا جسکا وقوع بعد نزول کے ہوگا۔ **جواب** مسیح ابن مریم کے ذہن میں بعد مشورہ یہود کے یہی امر موجب قلق و اضطراب ہوا کہ یہود ہی حسب تمنا ورد میرے متوفی اور ذریعہ وفات ہوں گے۔ لہذا پہلے ہی سے اللہ جلشانہٗ نے بہ تقدیم لفظ متوفیک سے دفع مرکوز خاطر انکا بصیغہ حصر فرما کر پھر رافعک سے تسلی بخشی۔ اگرچہ متوفیک تحقیق میں مؤخر ہے جاننا چاہیئے کہ فرق ہے مابین سَاَتَوَفّٰک اور اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ میں کہ ضمیر متکلم کا مسند الیہ اور مشتق یعنے متوفی کا مسند بنانا مفید حصر ہے۔ یعنی میں ہی تیرا متوفی ہوں۔ ایسا نہیں جیسا تمہارے ذہن نشین ہوا ہے کہ میرے توفی کا ذریعہ یہود ہوں گے۔ بلاغت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ حسب حال مخاطب القاء کلام کیا جائے بخلاف سَاَتَوَفّٰکَ کے کہ وہ مطابق حال مخاطب نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ ایسا ہی فرق ہے مابین اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ بصیغہ مشتق اور اِنِّیْ سَاَتَوَفّٰکَ میں کہ مضارع فقط حدوث فعل توفی سے خبر دیتا ہے بخلاف صیغہ مشتق کے کہ مزید براں صفت مختصہ پر حسب محاورہ دلالت کرتا ہے۔ یعنی تمہارا مارنا میری ہی صفت مختصہ اور میرے ہی ذمہ پر ہے۔ مثلاً یہ کہیں ہی تجکو دونگا۔ اس میں اور اس قول میں کہ میں ہی تیرا دینے والا ہوں۔ فرق ہے کہ پہلا فقط وعدہ دینے پر مشتمل ہے۔ اور دوسرا مزید براں افادہ اس مضمون پر کہ دینا تمہارا میرا ہی کام اور میری ہی شان ہے الغرض اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ سے وہ اطمینان دہی مستفاد ہوتی ہے جو دوسرے صیغوں میں نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس

معنے قبض کو بھی حسب تقریر مذکور خیال فرماویں۔ اسیطرح یہود کا کہنا اِنَّا قَتَلْنَا مفید اختصاص اور حصر ہے جو
انکے فخر کا موجب حسب زعم اُنکے قرار دیا گیا۔ یعنی ہمنے ہی یہ بڑا کام کیا نہ کسی اور نے۔ لہٰذا قَتَلْنَا پر
بغیر اِنَّا کے کفایت نہیں کی۔ اور پھر متعلق فعل یعنی مسیح کو موصوف بنا کر ذکر کیا ہے یعنی اِنَّا
قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ کہا۔ اور اِنَّا قَتَلْنَا پر اکتفا نہ کی۔ یہ دلیل ہے اسپر کہ مناط
افتراء اور موجب خوشی اُنکا فقط صدور فعل یعنی قتل نہیں بلکہ وقوع قتل کا محل خاص پر یعنی مسیح
بن مریم جو رسول خدا کہلاتے ہیں۔ بعد تمہید ہذا اللہ تعالیٰ نے اسکی تردید اور تکذیب میں جو وَمَا
قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ فرمایا۔ بعد ادنیٰ تامل کے ناظرین کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اسکی یعنی وَمَا قَتَلُوْهُ
وَمَا صَلَبُوْهُ کی مناط بھی اُسی نسبت وقوع پر ہے یعنی مسیح کو اُنہوں نے قتل نہیں کیا۔ نہ نسبت
صدوری پر یعنی صدور نفس قتل پر۔ اس تقریر سے بعد غور کے محاورہ دان عقلمند پر بطلان تقریر
جناب مرزا صاحب کا جو ازالہ اوہام میں متعلق وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کے اُنہوں نے لکھی ہے
ظاہر ہو سکتا ہے کہ اُنہوں نے مناط تردید کی نسبت صدوری کو سمجھا ہے۔ اور آیات مذکورہ
کی تفسیر میں روایات اُن لوگوں سے لی ہیں جنکی تکذیب اور تضلیل قرآن کریم انہیں آیات میں فرماتا ہے
افسوس! جہالت ایسی مرض ہے کہ ہزاروں اردو خوانوں سادہ لوحوں کیلئے یوماً فیوماً مہلک
ہو رہی ہے۔ نہ تو مثل صحابہ کی مہارت لسانی اور اشراق نوری ہے کہ راہ راست پر فہم مراد میں چلیں
اور نہ استعداد علمی کی فصاحت اور بلاغت اور سباق اور مقتضی حال کے ملاحظہ کرنیکے بعد معنی مراد کو
سمجھیں فقط مشعل راہ ایک شخص خانہ زاد کو جو مسمی بقانون قدرت ہے بنا رکھا ہے۔ اللہ کریم
اپنے فضل و کرم سے ہدایت فرماوے ۔

سوال۔ بیضاوی۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر ابن کثیر۔ معالم التنزیل۔ کشاف وغیرہ نے توفی سے معنے
موت کا لیا ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۳۱ میں استشہاداً ذکر کیا ہے۔

جواب۔ یہ استشہاد انکا ویسا ہی ہے جیسا کہ ابن عباسؓ کے قول سے پکڑا تھا۔ سب تفاسیر کے
دیکھنے سے ناظرین اس دھوکا سے بھی مطلع ہو سکتے ہیں۔ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت بَلْ رَّفَعَهُ
اللّٰهُ اِلَيْهِ کے حکم کو زیر نظر رکھکر اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ کے معنے میں دو مسلک اختیار کرتے
ہیں۔ ایک تو ابن عباسؓ کا۔ یعنی تقدیم تاخیر بر تقدیر ثبوت ارادہ معنے مُمِيْتُكَ کا مُتَوَفِّيْكَ سے۔

یعنی اے عیسے میں تجھے بالفعل اُٹھانیوالا ہوں اور بعد نزول تجھے مارنیوالا ہوں۔ اور دوسرا مُتَوَفِّيكَ سے معنے قبض اور رفع کا لینا۔ یعنی اے عیسے میں تجھے پکڑنیوالا اور اُٹھانیوالا ہوں۔ اور بعض مثل صاحب کشاف کے مُتَوَفِّيكَ کو کنایہ ٹھہراتے ہیں عصمت اور بچالینے سے۔ یعنے اے عیسے میں تجھے یہود کے ایذا سے بچانیوالا ہوں۔

جناب[1] مرزا صاحب نے مُمِيتُكَ کو جو تفسیر معنے کنائی کے ضمن میں صاحب کشاف کے قول میں واقع ہے معنے مُتَوَفِّيكَ کا سمجھ لیا ہے۔ یہ نہیں خیال فرمایا کہ اس احتمال کو یعنی مُتَوَفِّيكَ سے معنی مُمِيتُكَ لینے کو تو خود صاحب کشاف بعد اسکے تضعیف کر رہا ہے۔ عبارت کشاف کی یہاں پر نقل کیجاتی ہے تاکہ ناظرین وہو کا سے بھی مطلع ہو جاویں۔ مُتَوَفِّيكَ ای مستوفی اجلك ومعناہ انی عاصمك من ان یقتلك الكفار ومؤخرك الی اجل كتبته لك ومميتك حتف انفك لاقتلا بایدیهم وَرَافِعُكَ إِلَيَّ الی سمائی ومقر ملائكتی وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ من سوء جوارهم وخبث صحبتهم وقیل مُتَوَفِّيكَ قابضك من الارض من توفیت مالی علی فلان اذا ستوفیته۔ وقیل مميتك فی وقتك بعد النزول من السماء ورافعك الآن۔ وقیل متوفی نفسك بالنوم من قوله وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ورَافِعُكَ وانت نائم حتی لایلحقك خوف وتستیقظ وانت فی السماء۔ انتھی۔ رفع جسمی مسیح کا چونکہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ صراحۃً۔ اور وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الخ اور وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ اور احادیث متواترہ صحیحہ سے استلزاماً ثابت اور مومن بہ اہل اسلام کا سلف سے خلف تک ہو چکا۔ اور بظاہر آیۃ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ منافی اسکی معلوم ہوتی تھی کیونکہ مفاد اسکا یہ نکلتا ہے کہ اے عیسے میں تجکو مار کر بعد ازاں اُٹھانیوالا ہوں۔ لہذا ابن عباسؓ نے رفع منافات یوں فرمائی کہ آیت میں تقدیم تاخیر ہے یعنی میں تجکو اول اُٹھانیوالا ہوں آسمان کیطرف اور بعد از نزول تجکو مارنیوالا ہوں۔ اور باقی

---

[1] مرید مخلص مرزا صاحب کے کشاف کی عبارت (مستوفی اجلك مؤخرك الی اجل مسمّی) کو دلالت کنندہ غیر معنی موت پر ٹھہراتے ہیں دیکھو سطر تیسری صفحہ ۶۱ کی۔ اور مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۲۳ کی سطر اخیر پر کشاف کو شاہد معنی موت کا قرار دیتے ہیں۔ معلوم نہیں مرید مخلص بڑھ گئے ہیں یا امام الزمان۔ یہ موروثی امر ہے۔ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں متعلق تفسیر سورہ القدر نزول ملائکہ کے قائل ہیں۔ ایام الصلح میں قریب اختتام کے اس سے منکر ہو گئے۔ القول الجمیل کے صفحہ ۱۰ سطر پانچویں میں مرید مخلص علماء سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں فرماتے ہیں (سبحان اللہ مفسر ہوں تو ایسے ہوں جا بھی نہیں آتی۔ خود بھسلنا اور دوسروں پر ہنسی وتمسخر کرنا بلکہ مغز کی کہنا کیا مہدی اور اسکے مصدق کی یہی شان ہے) منہ

مفسرین میں سے کسی نے تو توفی سے معنے قبض کا لیا اور کسی نے نیند کا۔ سب کا مقصود یہی تھا کہ یہ آیت مخالف نہ ہو اُس نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے جسکا مدلول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی بوضاحت استلزاماً بیان ہو چکا ہے۔ صاحب کشاف نے ان سب مسالک کو ضعیف سمجھکر حتّٰی کہ مُمِيتُكَ کو بھی جیساکہ قِيلَ مميتك فى وقتك الخ سے تمریض و تضعیف اسکی ظاہر ہے۔ ایک اور راستہ پکڑا وہ کیا اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ کنایہ ہے عاصمک سے۔ یعنی میں تمہارا بچانیوالا ہوں قہر یہود سے۔ استیفاء اجل اور عصمت لازم ہیں توفی کو بعد ملاحظہ حصر کے جو مستفاد ہے ضمیر متکلم کی مسند الیہ اور مشتق کے مسند بنانے سے۔ یعنے جب اللہ ہی اُنکا مارنیوالا ہوا بغیر مداخلت ایذا یہود کے تو ضرور ہی معنے استیفاء اجل اور عصمت کا متحقق ہوگا۔ اس معنے کنائی کی تشریح میں صاحب کشاف نے ومعناه انى عاصمك الخ ذکر کیا۔ اب قول[1] اسکا و مُمِيتُكَ حتف انفك۔ یہ معنی کنائی کے ضمن میں داخل ہوا نہ یہ کہ مراد متوفیک سے مُمِيتُكَ ہے۔ اسکو تو خود صاحب کشاف وقيل مميتك فى وقتك الخ سے تضعیف کر رہا ہے۔ اور وجہ تضعیف کی یہ ہے کہ استیفاء اجل بسبب مشتمل ہونے اسکے تاخیر اجل پر منافی حیات اور زندگی بسر کرنی مسیح کی آسمان پر نہیں بخلاف مميتك کے کہ بغیر انضمام قیود خارجہ عن المدلول کے یعنی الآن اور بعد النزول رفع منافاۃ میں مفید نہ ہوگا۔ سوال اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ سے معنے مميتك بشہادت محاورہ قرآنیہ کیوں نہ لیا جائے۔ اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ میں اور بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے رفع روحانی جیساکہ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً اور آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ الخ کا معنے جو تفسیروں میں لکھا ہے وہ بالکل غلط اور مستلزم وقوع کذب ہے کلام الٰہی میں۔ کیونکہ جب مفاد آیت یہ ٹھہرا کہ ہر ایک یہود بعد نزول مسیح اُسکے ساتھ ایمان لاویگا تو جو یہود کہ قبل از نزول اُسکے فوت ہو چکے ہیں وہ تو اس آیت کے حکم میں داخل نہیں ہو سکتے۔ پھر استغراق آیت کا جو وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ سے مستفاد ہے صحیح نہ ہوا۔ معنی صحیح اُسکا یہ ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر جو ہمنے اہل کتاب کے خیال کی نسبت ظاہر کیا ہے ایمان نہ رکھتا ہو قَبْلَ مَوْتِهٖ یعنی قبل اسکے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لائے جو مسیح اپنی طبعی موت سے مرگیا۔ یہ معنے مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۲ پر بیان کیا ہے۔

---

[1] اس تحقیق سے غرض ہماری بیان کرنا مقصود صاحب کشاف کا ہے اور غلطی مرزا صاحب کی۔ نہ کہ یہ مسلک مختار ہمارا ہے ۱۲ منہ۔

اور اسکے بعد اس معنے کا اُسیوقت الہام ہونا حلفاً بیان کیا ہے اور بڑے شکر اور محامد اسکے ہونے پر کئے ہیں اور علماءِ زمان کو "نادان مولویوں" کا لقب دیکر ایسے رازِ سربستہ سے اُنکا محروم ہونا ذکر فرمایا ہے۔ انہیں صفحات پر ناظرین ملاحظہ کرلیویں۔ **جواب**۔ پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ کی قطعی طور پر دلیل صارف ہے ارادہ کرنے سے معنے موت کے مُتَوَفِّيكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے۔ ہاں صرف متوفیک سے بعد التزام قول بہ تقدیم و تاخیر فی الآیۃ کے لے سکتے ہیں۔ اور یہ مانع ہونا اس نص کا ارادہ معنی مذکور سے بوجوہ ثلثہ ثابت ہے۔ **وجہ اول** اثر ابن عباس ہے متعلق اس نص کے جس میں احتمال اسرائیلی ہونے کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اہل کتاب قبل از واقعہ صلیب مرفوع ہونے مسیح کے قائل ہی نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ابن عباسؓ اپنی رائے سے بھی نہیں فرماتے کیونکہ یہ مضمون اثر مذکورہ بالا کا محض نقلی ہے۔ بعد دفع احتمالات یہی ثابت ہوا کہ ابن عباسؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم سے سنا ہے۔ **وجہ دویم** مستفاد ہے وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ سے۔ کیونکہ بعد تعیین معنے (صلیب پر نہ چڑھانے کے) مَا صَلَبُوهُ سے بشہادت لغت جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں صورت تشبیہ یا التباس کی یہی ٹھہری کہ مصلوب پر مسیح کا حلیہ ڈالا گیا۔ نہ یہ کہ التباس فی القتل ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسیح کو بکلیتہٖ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ایذا یہود سے بچا کر اپنی طرف اُٹھا لیا۔ یعنی آسمان پر۔ **تیسری** وجہ۔ ہونا آیۃ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ[۱] کا از قبیل قصر قلب منجملہ اقسام قصر الموصوف علی الصفۃ کے۔ اور تنافی الوصفین اگرچہ بنابر تحقیق شرط نہیں قصر قلب کے لئے۔ مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دوسری وصف کے لئے بالاتفاق ضروری ہے تاکہ مخاطب کا اعتقاد برعکس مایذکرہ المتکلم کے منعکس ہو۔ اور ظاہر ہے کہ مانحن فیہ میں رفع عزت لازم ہے موت بالقتل کو درصورت ہونے مقتول کے منجملہ عباد مقربین کے۔ اور ارادہ رفع روح کا موت طبعی کے طور پر مستلزم ہے جمع کو بین الحقیقۃ والمجاز حسب زعم آپ کے۔ کیونکہ آپ درصورت ہونے کلمہ اِلٰی کے صلہ رفع کا اس ترکیب کو مجاز فی التقرب

[۱] اور مخاطب بکلام قصری چونکہ اعتقاد اسکا صواب اور خطاء سے ملا ہوا ہوتا ہے اور غرض متکلم کی اثبات صواب ونفی خطاء کی ہوتی ہے اور بالخصوص قصر بطریق العطف وجوباً نص علی المثبت والمنفی کا مقتضی ہوتا ہے بناءً علیہ آیۃ لیس برتقدیر ارادہ موت طبعی کے تصریح بحلوۃ مسیح بعد از واقعہ صلیب ضروری تھی بعد ازاں ذکر موت طبعی چاہیئے تھا یعنی یوں کہا جاتا بَلْ بَقِيَ حَيًّا ثُمَّ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ وَرَفَعَهُ إِلَيْهِ۔ والا فصاحت وبلاغت قرآن کریم جو اعلیٰ مرتبہ اعجاز کا ہے اسمیں خلل واقع ہوگا۔ یہانتک کلام برتقدیر عاطفہ ہونے کلمہ بَلْ کے ہے جیسا کہ مذہب صحیح ہے اور اگر اسکو حرف ابتداء کا کہا جائے تو بھی ارادہ معنی موت طبعی کا مخل ہوگا فصاحت بلاغت میں کیونکہ متکلم بروقت تمیز خطا و صواب اور وہم کا نکالنے کی تصریح بہ مثبت و منفی ضروری ہے ۱۲ منہ

ٹھہراتے ہیں۔ اور نیز مقتضی ہے وقوع کذب کو آیۃ مذکورہ میں (العیاذ باللہ) کیونکہ محکی عنہ منتفی ہے بعد ملاحظہ ماضویت اضافیہ[۱] کے۔

اِس تقریر سے ظاہر ہوا بطلان قول بعض نحاۃ کا جو قائل ہیں باالحصار کلمہ بَل کے معنے انتقال ہی میں جس وقت مابعد اُسکے جملہ ہو۔ کیونکہ آیۃ مذکورہ منجملہ افراد قصر قلب سے ہے جس میں متکلم کو نہ عوم مخاطب کا ابطال مقصود ہوتا ہے۔ آپ جو بڑے زور و شور سے شہادت نظائر لفظ توفّی سے ارادہ معنی موت پر پیش فرماتے ہیں بعد مانع ہونے نص مذکور کے ارادہ مذکور سے مسموع نہیں ہو سکتی۔ بلکہ میں عرض کرتا ہوں کہ بالفرض اگر نص مذکور مانع نہ بھی ہوتا ہم شہادت مذکورہ علت موجبہ ارادہ معنے موت کے لئے متوفّیک اور فلمّا توفّیتنی سے نہیں ہو سکتی۔ ایک لفظ ہزار جگہ اگر ایک ہی معنے میں مستعمل ہو تو بھی بعد قیامِ قرینہ صارفہ کے اُس سے اور معنے مغائر معنے اوّل کے لے سکتے ہیں۔ وہ قرینہ اگرچہ حدیث ہی ہو اخبار احاد میں سے یا کوئی اَور۔ ذرا غور سے ملاحظہ کیجئے کہ ہر جگہ قرآن کریم میں بعل کا معنے زوج ہے۔ مگر اَتَدْعُوْنَ بَعْلاً میں بَعل سے مراد بُت ہے۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں اَسَف کا معنے حزن ہے۔ مگر فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا کا معنے فلما اغضبونا یعنے غصہ دلایا اُنہوں نے ہمکو۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں مصباح سے مراد کوکب ہے۔ مگر مصباح جو سورہ نور میں ہے اُس سے مراد چراغ ہے ہر جگہ قرآن کریم میں صلوٰۃ سے مراد عبادت یا رحمت ہے مگر بِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِد میں صلوات سے مراد اماکن یعنی مقامات۔ ہر جگہ قرآن کریم میں کنز سے مراد مال ہے۔ مگر کنز جو سورہ کہف میں ہے، اس سے مراد صحیفہ علم کا ہے۔ ہر جگہ قرآن کریم میں قنوت سے مراد طاعت ہے، مگر کُلٌّ لَّہٗ قَانِتُوْنَ میں قانتون کا معنے "اقرار کرنیوالے" ہے۔ ہر جگہ بروج سے مراد کواکب ہیں۔ مگر فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ میں بروج سے مراد محل پختہ ہے۔ نظائر اسکے اَور بھی بکثرت موجود ہیں۔ تفسیر اتقان وغیرہ تفاسیر سے ملاحظہ فرمائیں۔ علیٰ ہذا القیاس اکثر جگہ تَوَفّی کا معنے قرآن کریم میں موت یا نیند ہے۔ مگر فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ میں قبضتنی یا رفعتنی یا اخذتنی وافیاً مراد ہے بقرینہ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کے اور ایسا ہی مُتَوَفِّیْکَ سے بر تقدیر عدم تقدیم و تاخیر کے بڑا تعجب ہے، کہ ما نحن فیہ میں احادیث متواترہ بھی نہیں سنی جاتیں۔ ہم تو بحسب مطالبہ آپ کے نص قرآنی محکم فی المراد اور احادیث صحیحہ عرفاً د کشفا

---

[۱] یعنی بہ نسبت ماقبل بَل کے۔ اور ماضویت بالاضافہ الیٰ زمان النزول مخل ہے فصاحت میں۔ ۱۲

جنکا کشف آپکے نزدیک مسلم ہے یعنی محی الدین بن عربی اور جلال الدین جنکے اقوال سے الہام کے حجت
ہونے کے بارہ میں آپ استشہاد پکڑتے ہیں یہ سب پیش کرتے ہیں۔ مگر آپ بھی عیسے بن مریم کے لفظ
معنے مثیل کا مراد لینا بمحاورہ قرآن کریم کے نہ سہی کسی حدیث صحیح سے بغیر مانحن فیہ کے گو کہ غریب ہی ہو
دکھلائیں۔ یہ بھی نہ سہی کسی ثقہ یا غیر ثقہ کی کلام میں بغیر تعذر ارادہ معنے حقیقی کے نشان دیویں میں
جانتا ہوں آپ جلدی سے لکل عیسے دجال پڑھ دینگے مگر یہاں تو کل استغراقی وصف کا منتزع
من الشخص کا خواہان ہے۔ یعنی لکل محق مبطل باقی اشعار وغیرہ میں جو اطلاق عیسے کا طبیب حاذق
یا معشوق وغیرہ پر آیا ہے۔ بعد تعذر ارادہ معنے حقیقی کے ہے مانحن فیہ میں آپکے نزدیک بڑی قوی
دلیل تعذر ارادہ معنے حقیقی کی مُتَوَفِّيكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي تھی وہ بھی نہ رہی۔ لفظ رفع اور نزول کی
بھی یہی کیفیت ہے جو سن چکے ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے جو احادیث نزول کی بیان کی ہیں تفسیر
در منثور میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور ماقبل میں بھی گذر چکے ہیں۔ اب حدیث شیخ اکبر کی جس میں تاویل
بہ مثیل عیسے ممکن نہیں ہے بیان کی جاتی ہے بگوش دل بشنو اگر دل داری۔ قال الشیخ الاکبر قدس
سرہ الاطہر فی الباب السادس والثلثین من الفتوحات بعد سوق الاسناد مرفوعا عن
ابن عمر قال کتب عمر بن الخطاب الی سعد بن ابی وقاص وھو بالقادسیۃ ان وجہ نضلۃ
بن معاویۃ الانصاری الی حلوان العراق فلیغر علی نواحیھا فوجہ مع جماعۃ فاصابوا غنیمۃ
وسبیا واقبلوا یسوقون الغنیمۃ والسبی حتی رھقت بھم العصر وکادت الشمس تغرب فالجا نضلۃ السبی والغنیمۃ الی سفح الجبل
ثم قام فاذن فقال اللہ اکبر اللہ اکبر فقال مجیب من الجبل کبرت کبیرا یا نضلۃ ثم قال اشھد ان لا الہ الا اللہ
فقال ھی کلمۃ الاخلاص یا نضلۃ ثم قال اشھد ان محمدا رسول اللہ فقال ھذا ھو الذی
بشرنا بہ عیسے بن مریم وانہ علی راس امتہ تقوم الساعۃ ثم قال حی علی الصلوۃ فقال
طوبی لمن مشی الیھا وواظب علیھا ثم قال حی علی الفلاح قال قد افلح من اجاب محمدا
صلی اللہ علیہ وسلم وھو البقاء لامتہ ثم قال اللہ اکبر اللہ اکبر قال کبرت کبیرا ثم
قال لا الہ الا اللہ قال اخلصت الاخلاص یا نضلۃ حرم اللہ جسدک علی النار قال فلما
فرغ من اذانہ قمنا فقلنا من انت یرحمک اللہ ملک انت ام ساکن من الجن ام من عباد اللہ
اسمعتنا صوتک فارنا شخصک فانا وفد اللہ ووفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووفد

عمر بن الخطاب قال فانفلق الجبل عن شخص هامته كالرحیٰ ابیض الرأس واللحیة علیه طمران من صوف فقال السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتهٗ۔ فقلنا وعلیك السلام ورحمة الله وبرکاتهٗ من انت یرحمك الله قال انا ذریب بن برثملا وصی العبد الصالح عیسےٰ بن مریم اسکننی بهذا الجبل ودعا لی بطول البقاء الی نزوله من السماء فیقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویتبرأ مما نحلته النصاریٰ ثم قال مافعل بنبیّ الله صلی الله علیه وسلم قلنا قبض فبکیٰ بکاءً طویلاً حتّیٰ خضبت لحیتهٗ بالدموع ثم قال فمن قام فیکم بعده قلنا ابوبکر قال مافعل به قلنا قبض قال فمن قام فیکم بعده قلنا عمر قال اذاً فاتنی لقاء محمد فاقرء واعمر منی السلام وقولوله یاعمر سدد وقارب فقد دنا الامر واخبره بهذا الخصال التی اخبرکم بها وقولوا یاعمر اذا ظهرت هذا الخصال فی امته محمد علیه السلام فالهرب الهرب اذا استغنی الرجال بالرجال والنساء بالنساء وانتسبوا فی غیرمنا سبهم وانتموا الی غیر موالیهم ولم یرحم کبیرهم صغیرهم ولم یوقر صغیرهم کبیرهم وترك الامر بالمعروف فلم یؤمر به وترك النهی عن المنکر فلم ینه عنه وتعلم عالمهم العلم لیجلب به الدنانیر والدراهم وکان المطر قیظا وطولوا المنابر وفضضوا المصاحف وزخرفوا المساجد واظهروا الرشی وشیدوا البناء واتبعوا الهویٰ وباعوا الدین بالدنیا واستخفوا الدماء وانقطعت الارحام وبیع الحکم واکل الربا وصار التسلط فخرا والغنی عزا وخرج الرجل من بیته وقام الیه من هو خیرمنه ورکبت النساء السروج قال ثم غاب عنا فکتب بذلك نضلة الی سعدٍ وکتب سعدٌ الی عمر فکتب عمر الیه اذهب انت ومن معك من المهاجرین والانصار حتی تنزل بهذا الجبل فاذا لقیته فاقرءه منی السلام فان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان بعض اوصیاء عیسےٰ بن مریم نزل بهذا الجبل بناحیة العراق فنزل سعد فی اربعة الاف من المهاجرین والانصار حتی نزل بالجبل وبقی اربعین یوما ینادی بالاذان فی وقت کل صلوٰة فلم یجده۔

ترجمہ۔ فرمایا ابن عمر نے کہ میرے والد عمر بن الخطاب نے سعد بن وقاص کیطرف لکھا کہ نضلہ انصاری کو حلوان عراق کی جانب روانہ کرو تاکہ اُسکے گردو نواح میں لوٹ مار کریں۔ پس روانہ کیا سعد نے نضلہ انصاری کو

جماعت مجاہدین کے ساتھ ان لوگوں نے وہاں پہنچکر بہت مال غنیمت کا حاصل کیا اور اُن سب کو لیکر واپس ہوئے تو آفتاب غروب ہونیکے قریب تھا پس نضلہ انصاری نے گھبرا کر اُن سب کو پہاڑ کے کنارے ٹھہرایا اور خود کھڑے ہوکر اذان دینی شروع کی۔ جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو پہاڑ کے اندر سے ایک مجیب نے جواب دیا کہ اے نضلہ تونے بہت خدا کی بڑائی کی۔ پھر نضلہ نے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہا تو اُسی مجیب نے جواب میں کہا کہ اے نضلہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے۔ اور جس وقت نضلہ نے اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا تو اُسی شخص نے جواب دیا کہ یہ نام پاک اس ذات کا ہے جسکی بشارت عیسےٰ بن مریم نے ہم کو دی تھی۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اسی نبی کی امت کے اخیر میں قیامت قائم ہوگی۔ پھر نضلہ نے حی علے الصلوٰۃ کہا تو مجیب نے فرمایا کہ خوشخبری ہے اُس شخص کے لئے جس نے ہمیشہ نماز ادا کی۔ پھر جس وقت نضلہ نے حی علے الفلاح کہا تو مجیب نے جواب دیا کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس شخص نے نجات پائی۔ پھر جب نضلہ نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو وہی پہلا جواب مجیب نے دیا۔ جب نضلہ نے لا الٰہ الا اللہ پر اذان ختم کی تو مجیب نے فرمایا کہ اے نضلہ تمنے اخلاص کو پورا کیا۔ تمہارے بدن کو خداوند کریم نے آگ پر حرام کیا۔ جب نضلہ اذان سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام نے کھڑے ہوکر دریافت کرنا شروع کیا کہ اے صاحب آپ کون ہیں۔ فرشتہ۔ یا جن یا انسان جیسے اپنی آواز آپنے ہمکو سنائی ہے اُسی طرح اپنے آپ کو دکھلایئے۔ اسواسطے کہ ہم خدا اور اسکے رسول اور نائب رسول عمر بن الخطاب کی جماعت ہیں۔ پس پہاڑ پھٹا اور ایک شخص باہر نکل آئے (جنکا سر مبارک بہت بڑا چکی کے برابر تھا اور سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے اور اُنپر دو پرانے کپڑے صوف کے تھے) اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ ہم نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہکر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا کہ میں زریب بن برثملا وصی عیسےٰ بن مریم ہوں۔ مجھکو عیسےٰ علیہ السلام نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے نزول من السماء تک میری درازی عمر کے لئے دعا فرمائی جب وہ اُترینگے تو خنزیر کو قتل کرینگے اور صلیب کو توڑینگے اور بیزار ہونگے نصارےٰ کے اختراع سے پھر دریافت کیا کہ وہ نبی صادق بالفعل کس حال میں ہیں۔ ہم نے عرض کی کہ آپکا وصال ہوگیا۔ اُسوقت بہت روئے یہاں تک کہ آنسو سے تمام ڈاڑھی بھیگ گئی۔ پھر پوچھا اُن کے بعد کون تم میں خلیفہ ہوا۔ [illegible]

ہلاک گئے۔ فرمایا کہ انکے بعد کون تم میں خلیفہ ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ عمرؓ۔ پھر فرمایا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت
تو مجھے میسر نہ ہوئی۔ پس تم لوگ میرا اسلام عمرؓ کو پہنچائیو۔ اور کہیو کہ اے عمر عدل و انصاف کر اسواسطے
کہ قیامت قریب آگئی ہے۔ اور یہ واقعات جو میں مئیں بیان کرونگا اُن سے عمرؓ کو خبردار کیجیو۔
اور کہیو کہ اے عمرؓ جس وقت یہ خصلتیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں ظاہر ہو جائیں تو
کنارہ کشی کے سوا مفر نہیں۔ جس وقت مرد مردوں سے بے پرواہ ہوں اور عورت عورتوں سے اور
مقرر ہوں گے اپنے خلاف منصب کے۔ اور ادنے النسب اعلی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کریں اور بڑے
چھوٹوں پر رحم نہ کریں۔ اور چھوٹے بڑوں کی توقیر و عزت چھوڑ دیں اور امر بالمعروف اسطرح متروک
ہو جائے کہ کوئی اُسکے ساتھ اسودہ نہ کیا جائے۔ اور نہی عن المنکر ایسے چھوڑ دیں کہ کسیکو اس سے
نہ روکیں۔ اور اُنکے عالم علم کی تعلیم بغرض حصول دنیا کریں اور گرم بارش ہو یعنی وہ بارش فائدہ
نہ بخشے یا بالکل ہی بند ہو جائے۔ اور بڑے بڑے منبر بنائیں اور قرآن مجید کو نقرئی و طلائی کریں۔
اور مسجدوں کی از حد زینت کریں۔ پھیلائیں رشوت۔ اور پختہ پختہ مکانات بنائیں اور خواہشات
کی اتباع کریں اور دین کو دنیا کے بدلے بیچیں اور خونریزیاں کریں۔ اور صلہ رحمی منقطع ہو جائے اور
حکم فروخت کیا جائے اور بیاج (سود) کھایا جائے اور حکومت فخر ہو جائے۔ اور دولتمندی عزت
بن جائے اور ادنی شخص کی تعظیم اعلی کرے۔ اور عورتیں زین پر سوار ہوں۔ پھر ہم سے غائب ہو گئے
پس اسکو نضلہ نے سعد کی طرف لکھا اور سعد نے حضرت عمرؓ کی طرف۔ پھر حضرت عمرؓ نے سعد کو لکھا
کہ تم اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر اُس پہاڑ کے پاس اُترو جس وقت اُن سے ملو تو میرا اسلام اُنکو
پہنچائیو۔ اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسے علیہ السلام کے بعض وصی
عراق کے پہاڑوں میں اُترے ہوئے ہیں۔ پس سعد چار ہزار مہاجرین اور انصار کے ہمراہ اس
پہاڑ کے قریب اُترے اور چالیس روز تک ہر نماز کے وقت اذان کہتے رہے مگر ملاقات نہ ہوئی۔
اسکے بعد حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ اگرچہ ابن ازہر کی وجہ سے اسناد حدیث میں محدثین کے
نزدیک کلام ہے۔ مگر ہم صاحب کشف والوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ اور پھر شیخ نے
باب ۳۰۰ میں حدیث نواس بن سمعان کی ذکر فرمائی ہے جس میں ینزل عیسے بن مریم بالمنارۃ

اور اسی فتوحات میں شیخ فرماتے ہیں کہ میں ان مضامین کی تحریر اور بیان میں بالکل معرّیٰ اور خالی ہوں۔ خود خداوند کریم انکا بیان کرنیوالا ہے۔ و نیز فرماتے ہیں کہ ہذا ما حدلی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

اب ہم بعد پیش کرنے حدیث کشفی محی الدین بن عربی صاحب کی جو باسناد اوپر لکھی گئی ہے معروض کر سکتے ہیں کہ آپ نے زریب بن برتملا اپنے حواری کو جسکو بشہادت حدیث مذکور آپنے کوہ عراق میں رہنے کا حکم فرمایا تھا۔ آپکے نزول من السماء تک ہمیں دکھلائیں۔ یا شب معراج میں قیامت کے بارہ میں جو مذاکرہ آپکا باقی انبیاء کرام علی نبینا و علیہم صلوات اللہ و سلامہ سے ہوا ہے سنائیں۔ اسکے بعد ہم ایک اور حدیث زبدۃ العارفین رئیس المکاشفین حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پیش کرتے ہیں۔ وقال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن عبد الرحمن حدثنا عبد اللہ بن ابی جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انہ قال فی قولہ تعالیٰ اِنِّي مُتَوَفِّيكَ یعنی وفاۃ المنام رفعہ اللہ فی منامہ قال الحسن قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم للیہود ان عیسٰے لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ۔ فرمایا ابن ابی حاتم نے حدیث کی مجھکو باپ میرے نے احمد سے انہوں نے عبد اللہ بن جعفر سے جعفر نے اپنے باپ سے انہوں نے ربیع سے ربیع نے حسن سے فرمایا حسن نے بیچ قول اللہ تعالیٰ کے اِنِّي مُتَوَفِّيكَ اُٹھایا اللہ نے عیسٰے علیہ السلام کو نیند میں۔ اور کہا حسن نے فرمایا رسولکریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بیشک عیسٰے فوت نہیں ہوئے وہ لوٹیں گے تمہاری طرف قبل قیامت کے۔ اور اخراج کیا اس حدیث کو ابن جریر نے بھی (تفسیر ابن کثیر اور در منثور)۔ یونس بن عبید جو منجملہ اصحاب حسن بصریؒ میں سے ہے کہتا ہے پوچھا میں نے حسن بصریؒ سے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں باوجود اسکے کہ آپنے زمانہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا۔ حسن بصریؒ نے جواب دیا کہ انی احدث الحدیث عن علی وما ترکت اسم علی فی الاسناد الا لملاحظۃ زمان الحجاج یعنی میں بواسطہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہوں مگر نام علی کرم اللہ وجہہ کا بلحاظ زمانہ حجاج کے ترک کر دیتا ہوں۔ مولانا علی القاری غفرہ اللہ الباری شرح نخبہ کی شرح میں فرماتے ہیں قال جمہور العلماء المرسل حجۃ مطلقاً بناءً علی الظاہر وحسن الظن بہ انہ ما یروی حدیثہ الا عن الصحابی وانما حذفہ بسبب من الاسباب کما اذا کان یروی الحدیث عن جماعۃ من الصحابۃ لما ذکر عن الحسن البصریؒ

انه قال انما اطلقه اذا اسمعه من السبعين من الصحابة وكان قد يحذف اسم علي ايضاً بالخصوص لخوف الفتنة اور شیخ الشیوخ محدثین اور صوفیہ کے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ عوارف کے چھٹے باب میں فرماتے ہیں۔ قال الحسن البصری لقد ادرکت سبعین بدریاً کان لباسہم الصوف۔ **سوال**۔ اگر کہا جائے کہ قتادہ کہتا ہے واللہ ما حدثنا الحسن عن بدری مشافہۃ وما حدثنا سعید بن المسیب عن بدری مشافہۃ الا عن سعد بن مالک۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن بصری اور سعید بن المسیب دونوں کو علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ملاقات نہیں ہوئی کیونکہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بدری ہیں۔ **الجواب**۔ اولاً یونس بن عبید اور ملا علی قاری کا قول جو ابھی لکھ چکا ہوں مثبت ملاقات حسن بصری کی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ ہے اور نہ روایت کرنا حسن بصری کا بدری سے قتادہ کے سامنے اس کو ثابت نہیں کرتا کہ حسن بصری نے کسی کے سامنے روایت بدری سے نہ کی ہو اور حسن بصری کو ملاقات کسی بدری سے نہ ہو۔ کیونکہ قتادہ کہتا ہے ما حدثنا الحسن یعنی ہمارے سامنے حسن نے بدری سے روایت بطریق مشافہۃ نہیں کی۔ ہاں اگر قتادہ یوں فرماتے قال الحسن ما حدثنا بدری یعنی حسن بصری نے کہا ہے کہ ہمارے سامنے کسی بدری نے حدیث بیان نہیں کی۔ یا قتادہ یوں کہتے کہ حسن بصریؒ نے سب احادیث جو انکو اصحاب کرام یا تابعین سے پہنچی تھیں تمامہا جمیع طریق سے میرے سامنے بیان کیں مگر کسی بدری سے روایت نہیں کی تب البتہ ثبوت عدم ملاقات ہو سکتا تھا۔

اور ثانیاً قتادہ کے قول سے فقط نفی حدثنا کی لازم آتی ہے۔ جو اخص ہے سمعت سے (کرمانی شرح صحیح بخاری) اور قاعدہ ہے کہ سلب اخص کی مفید سلب اعم کو نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ مفید ہو سلب اعم الاعم یعنی ملاقات کو۔ ہرگز نہیں حسن بصریؒ کی روایت اور ملاقات زبیر بن العوام سے بھی ثابت ہے جنکے بدری ہونے میں کچھ شک نہیں۔ قوام المحدثین جمال الدین مزی تہذیب الکمال میں کہتے ہیں وهو اول من سل سيفاً في سبيل الله روى عن النبي صلى الله عليه وسلم روى عنه الاحنف بن قيس والحسن البصري۔ اور حافظ جلال الدین سیوطیؒ حافظ زین الدین عراقی سے نقل فرماتے ہیں قال الحسن رأيت الزبير بايع علياً۔ اور امام احمد بن حنبل رح اپنی مسند میں فرماتے ہیں حدثنا عبد الله قال حدثني ابي قال حدثنا عفان قال حدثنا المبارك قال حدثنا الحسن

قال جاء رجل الی زبیر بن العوام الخ جمال الدین مزی تہذیب میں فرماتے ہیں علی ابن ابیطالب شهد بدرا والمشاهد کلها مع رسول الله صلی الله علیه وسلم ما خلا تبوک روی عنه ابراهیم ابن عبد الله بن حسین مرسلا وابراهیم بن عبد الله بن عبد القاری کذلک وابراهیم ابن محمد ولد علی ابن ابیطالب والاحنف بن قیس التمیمی وابنه الحسن علی بن ابیطالب والحسن البصری وابنه الحسین بن علی بن ابیطالب وسعید بن المسیب رض اس سے تعارض درمیان قول قتادہ کے کہ ما حدثنا سعید بن المسیب الخ اور عبارت قدوۃ المحدثین ابن الاثیر جامع الاصول کی اسماء الرجال ہیں کہ سعید بن المسیب روی عن علیؓ کی بھی مرتفع ہوگیا۔ اس بحث کو زیادہ طول بباعث ملالت ناظرین کے نہیں دیتا ہوں۔ کسی صاحب نے اگر کلام کی بعد ازاں لکھا جائیگا۔ **الغرض**۔ حدیث مذکور جو حسن بصری سے مروی ہے اور حافظ ابن کثیر نے باسناد صحیح ذکر کی ہے یعنی قال رسول الله صلی الله علیه وسلم للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم بوضاحت نام نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کی۔ اور ایسا ہی وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ الخ اور وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کی تفسیر فرما رہی ہے۔ ناظرین کو بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ عقیدہ اجماعیہ نصوص قرآنیہ سے علی حسب تفسیر القرآن بالقرآن اور مطابق تفسیر القرآن بالاحادیث الصحیحہ ثابت ہے وَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ۔ اور وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ کا مفاد حسب تقریر جناب مرزا صاحب یہ نکلا کہ ہر ایک اہل کتاب کو ایمان بہ بیان مذکورہ بالا حاصل ہے۔ یعنی ہر ایک جانتا ہے کہ ہم عیسیٰؑ کے مقتول اور مصلوب ہونے میں متشکک ہیں۔ اس تقریر میں (جانتا ہے اور ایمان رکھتا ہے) ترجمہ لَیُؤْمِنَنَّ کا ہوا۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ مضارع مؤکد بہ لام اور نون تاکید کے (ثقیلہ ہو یا خفیفہ) ورنہ تمام قرآن کریم میں اَلْحَمْد سے وَالنَّاس تک معنے استقبال میں ہی مستعمل ہے۔ ایک جگہ بھی بمعنی حال یا ماضی کے نہیں آیا۔ نظائر لَیُؤْمِنَنَّ کے قرآن کریم سے ملاحظہ فرماویں:- لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ۔ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ لَاَتَّخِذَنَّ۔ وَلَاُضِلَّنَّهُمْ۔ وَلَاُمَنِّیَنَّهُمْ۔ لَاَقْعُدَنَّ۔ لَاٰتِیَنَّ۔ لَاَمْلَئَنَّ۔ لَتَعُوْدُنَّ۔ لَنُخْرِجَنَّکَ۔ لَاُقَطِّعَنَّ۔ لَاُصَلِّبَنَّ۔ لَنُؤْمِنَنَّ لَکَ۔ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَکَ۔ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ

وَلَاُغْوِيَنَّ - لَتَسْأَلُنَّ - وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ - فَلَنُحْيِيَنَّهٗ - وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ - لَاَحْتَنِكَنَّ -
لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ - لَاَجِدَنَّ - لَاَرْجُمَنَّكَ - لَنَحْشُرَنَّهُمْ - لَنُحْضِرَنَّهُمْ - لَنَنْزِعَنَّ -
وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ - وَلَتَعْلَمُنَّ - لَاَكِيْدَنَّ - لَيُدْخِلَنَّهُمْ - لَاَجْعَلَنَّكَ - لَتَكُوْنَنَّ -
لَاُعَذِّبَنَّهٗ - لَاَذْبَحَنَّهٗ - لَيَاْتِيَنِّيْ - لَنُنَجِّيَنَّهٗ - لَيَاْتِيَنَّهُمْ - لَيَقُوْلُنَّ - لَيَقُوْلَنَّ
لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ - وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ - لَنَسْفَعًا - آپ ایک جگہ بھی قرآن کریم سے نہ کسی
کسی اہل لسان کی کلام میں ہی دکھلائیں کہ مضارع مؤکد بہ لام و نون ثقیلہ یا خفیفہ معنی حال
یا ماضی میں مستعمل ہو۔ دوسرا قَبْلَ مَوْتِہٖ کا جو آپنے معنے کیا ہے۔ کسی جگہ قرآن کریم میں قبل مضاف
اور مَوْتِہٖ مضاف الیہ کے مابین لفظ اَنْ یُّؤْمِنُوْا یا لفظ ایمان کا مقدر مراد ہو۔ اسکی نظیر بھی
دکھلائیں کیونکہ آپ محاورہ قرآنیہ پر چلنے کا دعوٰی کرتے ہیں۔ اب اس مقام پر اتباع ابن عباس
اور استشہاد حدیث صحیح بخاری کو آپنے بالائے طاق رکھدیا۔ یہ تقریر مرزا صاحب کی چونکہ الہامی
ہے لہذا مؤلف رسالہ اعلام الناس فاضل امروہی صاحب کو بھی بمجبوری تسلیم کرنی ہوگی بحسب
تقریر ہذا مرجع ضمیر قَبْلَ مَوْتِہٖ کا عیسٰے بن مریم ہی ہے۔ حصہ دوئم اعلام الناس صفحہ ۵ سطر ۱۰۔
فاضل امروہی صاحب کو تو جناب مرزا صاحب نے اور آپ کو محاورہ قرآنیہ نے صاف جواب دیدیا۔
وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ الخ میں ثم قال ابو ھریرۃ واقرؤا ان شئتم وَاِنْ مِّنْ
اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ۔

ناظرین پر بطلان تقریر مرزا صاحب بشہادت قرآن کریم ظاہر ہو گیا ہوگا معنی آیۃ کا
حسب محاورہ قرآن مجید وہی ہے جو ابو ہریرہ اور ابن عباس اور سب مفسرین نے لکھا ہے۔ اور دوسرا
معنے جو ابن عباس سے مروی ہے غالبًا منجملہ مباحثات یومیہ ہے اور احتمال مرجوح نظم ذوالوجوہ کا ہے
لَیُؤْمِنَنَّ کے مستقبل ہونے میں تو سب متفق ہیں مگر ارجاع ضمائر میں اختلاف رکھتے ہیں۔ پہلے
اسکے بشہادت سیاق ترجیح ابن کثیر کی اسی معنے کو ذکر کر چکا ہوں (کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے
مگر ضرور ہی ایمان لائیگا مضمون بالا کے ساتھ یعنی مسیح کا مرفوع ہونا آسمان کیطرف اور یہود کے
ہاتھ میں مقتول اور مصلوب نہ ہونا) قبل از موت اپنی کے۔ یعنی جتنے یہود نزول مسیح بن مریم
[illegible] خلاف پہلے عقیدہ اپنے کے ایمان بمضمون بالا لاویں گے

مطابق پیشینگوئی اس آیۃ کے ہمکو ایمان ہے کہ فرقہ مرزائیۃ بھی بروقت نزول مسیح کے اگر موجود رہا تو ضرور ہی اہل کتاب کیطرح ایمان بمضمون بالا لائیگا ۔ باقی رہا اعتراض مرزا صاحب کا اس معنے پر جس معنے کو ابوہریرہ اور ابن عباس وغیرہ مفسرین نے کیا ہے کہ بنابریں معنے کذب آئیت میں لازم آئیگا ۔ سُنئیے حضرت ! آئیت میں چونکہ اِلّا بعد نفی کے واقع ہوا ہے یعنی اِن وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ میں بمعنے نفی ہے اور اِلّا اسکے بعد تو بنابر قاعدہ مسلمہ کہ استثنا ءنفی سے مفید اثبات ہوتا ہے ۔ آئیت مذکورہ بھی کلام ایجابی بنی ۔ اور ثبوت ایک شئے کا دوسری چیز کے لئے چاہتا ہے کہ مثبت لہٗ یعنے وہ دوسری چیز پہلے موجود ہو ۔ اب مطابق قاعدہ مسلمہ آئیت مذکورہ میں ایمان لانا اُنہیں اہل کتاب کے لئے ہوا جو اُس وقت موجود ہوں گے ۔ غیر موجودہ تو محکوم علیہ ہی نہیں ۔ پھر کذب کہاں ۔ ازالۂ اوہام کے صفحہ ۳۶۸ پر علماء کو مرزا صاحب بباعث لاحل سمجھنے اس اعتراض کے شرمندہ اور بے زبان لکھتے ہیں ۔ اور بعد ازاں اس معنے ابوہریرہ اور ابن عباس اور مفسرین پر بعلاوہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ احادیث صحیحہ بتلا رہی ہیں کہ مسیح کے دم سے اُسکے منکر خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب کفر کی حالت میں مرینگے تو یہ معنے بھی جو پیش کئے گئے ہیں بہ بداہت فاسد ہیں ۔ میں کہتا ہوں ۔ احادیث کا مفاد یہی ہے کہ وتکون الملل ملۃ واحدۃ یعنے مسیح کے زمانہ میں کوئی ملت بغیر اسلام کے باقی نہ رہیگی ۔ یہ جب ہی ہوتا ہے کہ کوئی منکر اور کافر نہ رہے ۔ جو موجود ہیں سب ایمان لائیں ۔ اس میں کونسا فساد ہے ۔ مثلاً اگر کہا جائے ۔ عرب شریف میں حجۃ الوداع کے بعد کوئی نہ رہا کہ مشرف باسلام نہ ہوا ہو ۔ تو صحیح اور درست ہوگا ۔ اور صورت اسکی یہی وقوع میں آئی کہ منکر اور کافر مارے گئے اور موجودہ مشرف باسلام ہوئے ۔ احادیث صحیحہ میں فقرہ وتکون الملل کلها ملۃ الاسلام اور ترتع الاسود مع الابل اور والنمار مع البقر اور والذئاب مع الغنم اور ویلعب الصبیان بالحیات وغیرہ وغیرہ جو قطعاً زمانہ حال میں متحقق نہیں ۔ آپ کو مسیح موعود ہرگز نہیں بننے دیتے ۔

سوال ۔ فقرہ وتکون الملل کلها ملۃ الاسلام کو معارض ہے آیۃ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۔ وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۔ چنانچہ فاضل امروہی صاحب

اعلام الناس ہیں لکھتے ہیں۔ کیونکہ بحسب مقتضی اس آیت کے کسی زمانہ میں اتفاق ایک ملت پر ممکن نہیں۔
جواب۔ اس فقرہ حدیث صحیح کو بوجہ عدم قبول تاویل کے سب مطلب اپنے کے آپ کاٹنا چاہتے ہیں۔ آیۃ میں استثناء اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ موجود ہے۔ اور استثناء زمانیات کا مستلزم ہے استثناء زمان کو۔ لہذا مسیح کے وقت سب کا مرحوم ہونا اور سب کا متفق ہونا ملۃ واحدہ پر ممکن ہوگا۔ ضروری امر بمقتضائے آیت کے صرف اتنا ہی ہے کہ اختلاف فی الجملہ اور جہنم کا بھر دینا متحقق ہو۔ ہاں۔ اگر بعد لَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ کے اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ نہ ہوتا تب بوجہ اختلاف دائمی کے زمان مسیح کا اتفاقی ہونا ناممکن تھا۔ تعجب ہے۔ کہ باایں ہمہ انہیں احادیث بخاری سے آپ اپنا حلیہ ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ اور اتباع آپ کے فرماتے ہیں کہ حلیہ حضرت مرزا صاحب کا گندمی رنگ سیدھے بال۔ یعنے گھونگر والے نہیں۔ کندھوں کے قریب کانوں کی لَو کے نیچے تک لٹکے ہوئے۔ صحیح بخاری میں لکھا ہے ارانی اللیلۃ عند الکعبۃ فی المنام فاذا رجل آدم کاحسن ماتری من اُدم الرجال تضرب لمتہ بین منکبیہ رجل الشعر الخ اور اسی صحیح بخاری میں اسکے قریب ہی مسیح اوّل یعنی صاحب انجیل کا حلیہ یہ لکھا ہے۔ سرخ رنگ اور گھونگریلے بال۔ چوڑا سینہ فَاَمَّا عیسٰی فاحمر جعد عریض الصدر۔ **ناظرین!** یہ مغالطہ بھی قابل غور ہے۔ سرخی اور گندمی رنگت دونوں کا راوی ابن عباسؓ ہی ہے۔ ایسا ہی گھونگر والے اور غیر گھونگر والے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ مسیح ابن مریم کی رنگت میں سرخی مائل بسفیدی تھی ایسا ہی بالوں میں جعودۃ غیر تامہ یعنی تھوڑے گھونگر والے۔ ایسی صورت میں سرخ رنگ بھی کہنا درست ہے۔ اور گندمی رنگ بھی۔ ایسا ہی گھونگر والے اور غیر گھونگر والے۔ بخاری میں جو عن مجاھد عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت عیسٰے وموسٰی وابراھیم فاما عیسٰے فاحمر جعد عریض الصدر الخ آیا ہے خطا بخاریؒ کی ہے۔ فی الواقع عن مجاھد عن ابن عباسؓ الخ ہے۔ دیکھو اخراجات محمد بن کثیر اور اسحاق بن منصور سلولی اور ابن ابی زائدہ اور یحیی بن آدم وغیرہ کے عینی بخاری اور مشکوۃ میں وعن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت لیلۃ اسری بی موسی رجلا آدم طوالا جعدا کانہ من رجال شنوءۃ ورأیت عیسٰے رجلا مربوع الخلق الی الحمرۃ والبیاض سبط الرأس الخ متفق علیہ۔ اس حدیث میں ابن عباس ہی سرخی سفیدی سے ملے ہوئے اور غیر گھونگر والے

بلحاظ نفی کمال کے بیان فرماتے ہیں۔ اب یہ احتمال (کہ عیسے احمر اور ہے اور عیسے آدم یعنی گندم گون اور) رسلئے نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحسب دونوں روایت کے تتمہ واقعہ اسراء یعنی معراج کا ذکر فرماتے ہیں جسکے پہلے بروایت مسلم عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال عرض علی الانبیاء مذکور ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ اُسی عیسے کا ذکر ہے جو سلک انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام میں مثل موسیٰ وابراہیم کے داخل ہے نہ ذکر خیر مثیل عیسے یعنے مرزا صاحب کا۔ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے دیکھا میں نے عیسے اور مثیل اُنکا (یعنی مرزا صاحب کو) اپنے اپنے حلیہ کے ساتھ۔ اس صورت میں ضروری تھا کہ بعد ذکر عیسے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثیل عیسے کو بلفظ عیسے استعارہ کے طور پر ذکر نہ کیا جاتا کیونکہ موجب خلط اور اشتباہ کا ہے بیان مقصود میں جو منافی ہے فصاحت اور بلاغت کے۔ باقی رہی روایت ابن عمرؓ ارانی اللیلۃ الخ اور انہیں کی دوسری روایت بلفظ بینما انا نائم الخ۔ بخاری۔ تقریر مذکور سے وجہ بیان گندم گونی اور ایسے ہی حلف اُٹھانے ابن عمر کی نفی حمرۃ پر یعنی حمرۃ کاملہ ناظرین کو معلوم ہوسکتی ہے۔ ابن عمر کا قول اس حدیث میں لا واللہ صاف دلالت کرتا ہے اوپر وحدت ما نسب الیہ الحمرۃ والادمۃ ورنہ نفی کی کوئی وجہ نہیں۔ بلکہ واجب تھا کہ فرماتے وہ سُرخ رنگت والا اور شخص ہے اور گندم گون اور۔ اس تقریر سے ناظرین معلوم کرچکے ہوں گے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بھی ایک ہی مسیح بن مریم کا ذکر فرماتے اور سُنتے رہے ہیں اور اُنہی عیسے کو بنص محکم بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کے جیسا کہ بیان کرچکا ہوں مرفوع علی السماء اور اُنہی کو دوبارہ نازل من السماء مانتے رہے ہیں۔ پس وہم امروہی صاحب کا اعلام الناس میں مرزا صاحب کے حلیہ کے بارہ میں جو بخاری کی حدیث سے ثابت کرتے ہیں اس تطبیق سے دفع ہوگیا۔

اور نسب مرزا صاحب کا صحیح مسلم وغیرہ میں لکھا ہوا فرماتے ہیں ص۵۴ لو کان العلم معلقا بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس۔ **جواب**۔ اوّلاً۔ متفق علیہ شیخین کی حدیث میں اسطرح پر مذکور ہے قال فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی سلمان ثم قال لو کان العلم الخ یہ حدیث آپنے سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ مبارک رکھکر بیان فرمائی جس سے سلمان فارسی کا مصداق ہونا اس حدیث کا ثابت ہوتا ہے۔ اور ثانیاً اگر بلحاظ جمعیتہ لفظ رجال

اور ہٰٓؤُلَاۗءِ کی جنس مراد ہو تو بھی اہل فارس ہی کو شامل ہوگی۔ جناب مرزا صاحب نے تو ایام الصلح میں اپنا سمرقندی الاصل ہونا ثابت کیا ہے۔ اور سمرقند خراسان سے ہے نہ کہ فارس سے۔ جنکو کچھ بھی مہارت جغرافیہ وغیرہ میں ہے اپنر ظاہر ہے۔ اور ثالثاً۔ اگر مراد رجل میں ہٰٓؤُلَاۗءِ سے عجم لئے جائیں بلحاظ تقابل اُمیین کے پھر بھی لَوْکَانَ الْعِلْمُ میں اَلْعِلْمُ معرف باللام سے مراد علم مطابق بکتاب وسنت ہے نہ مخالف انکے۔ اور رابعاً۔ بعد فرض تسلیم تطابق مسئلہ مسیح میں حدیث مذکور سے فقط تحصیل علم۔ بہر صورت اُس شخص کے لئے ثابت ہوتی ہے نہ یہ کہ وہ شخص مسیح موعود ہو۔ پھر امروہی صاحب صفحہ مذکور میں منجملہ علامات مسیح موعود کے جو مرزا صاحب میں موجود ہیں ابطال دین نصرانیت اور اُسکے آثار کا مٹا دینا ذکر کرتے ہیں۔ **جواب**۔ آج تاریخ ۵ شعبان ۱۳۱۷ھ تک بالکلیہ دین نصرانیت کا مٹ جانا متحقق نہیں ہوا۔ اور مسیح موعود عرصہ سے آچکے ہیں۔ پھر امروہی صاحب موصوف صفحہ ۵۵ پر اس حدیث کے ٹکڑے یعنے لیدعون الی المال فلا یقبلہ احد سے مراد مرزا صاحب کو ٹھہراتے ہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب نے بذریعہ اشتہارات کے روپیہ دینے کا وعدہ مخالفین اسلام کو فرمایا اور کسی نے قبول نہ کیا۔ **جواب**۔ حدیث میں تو فلا یقبلہ احد مذکور ہے اُسکا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں چونکہ سب لوگ اہل اسلام ہی ہوگئے اور سب کو رغبت عبادت کی بغایت درجہ ہوگی اور سب تارک دنیا اور زاہد ہو گئے چنانچہ اس پر فقرہ حتّٰی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیہا شاہد ہے۔ اسلئے وہ مسلمان زاہد عابد دنیا کو قبول نہ کرینگے۔ نہ یہ کہ مخالفان اسلام بھی موجود ہوں گے اور انکو بمقابلہ اظہار حقیت اسلام بذریعہ اشتہارات روپیہ دینے کا وعدہ دیا جائیگا اور وہ قبول نہ کرینگے۔ ناظرین کو یہ بھی خیال رہے کہ اسلام فی نفسہ ایسا امر حق مطابق للواقع ہے کہ قیامت تک کوئی مخالف اسکی غیر حقیت کو ثابت نہیں کر سکتا اس میں محتاج زید عمرو کی طرف نہیں جیسا کہ فقرہ حدیث مسلم کا (ظاہرین الی یوم القیامۃ) اسپر شاہد ہے۔ اب ہر ایک شخص بیان کنندہ حقیت اسلام بالبراہین والحجج مسیح موعود نہیں ہو سکتا۔ اِلّا بعد از تحقق علامات جو احادیث میں مذکور ہیں۔ **سوال**۔ آیۃ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ آسمان پر چڑھنے اور اس سے اترنے کی تکذیب کر رہی ہے۔ **جواب**۔ ہاں بیشک مگر حسب استنباط آپکے جناب عالی! سیاق آیت کا بھی خیال فرمائیں وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ

يَنْبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا۔ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا۔ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ آیۃ سُبْحَانَ رَبِّیْ جو جواب میں کفار کے واقع ہوئی ہے۔ اگر دلالت کرتی ہے امتناع صعود اور نزول جسمی پر جیسا کہ جناب نے سمجھا ہے تو چاہیئے کہ جتنے امور قول کفار میں مذکور ہیں سب کے ممتنع ہونے پر دال ہو ما قبل میں جیسا صعود اور نزول کا ذکر ہے ایسا ہی چشموں کے جاری کرنیکا زمین میں۔ اور ایسا ہی باغ خرما اور انگور کا جو چشمہ دار ہو۔ اور ایسا ہی گر جانے آسمان کا۔ اور ایسا ہی اللہ جلشانہ اور ملائکہ کا سامنے آنا۔ اور ایسا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گھر سونے کا ہونا۔ ہر ایک عاقل سونے کے گھر کو اور باغ خرما اور انگور کو جس میں چشمے بہتے ہوں مطلق فرد بشری کے لئے ممتنع نہیں تصور کرتا چہ جائیکہ آپکے لئے جو باعث ایجاد عالم ہیں۔ اور جاری کرنا چشموں کا انبیاء اور اولیاء سے بعد اجابت دعا محال نہیں خیال کیا جاتا۔ بلکہ اسکے وقوع پر آیۃ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا دال ہے۔ اور آسمان کے گر جانیکے عدم امتناع پر آیۃ وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا الخ۔ اور ایسے ہی وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ۔ اور ایسے ہی اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ دلالت کر رہی ہیں فقط عدم ایقاع ان امور کا بلحاظ اسکے ہے کہ کفار بعد ایقاع بھی بوجہ عناد اور مکابرہ کے ایمان نہ لاوینگے جیسا کہ آیۃ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔ اس مضمون کی شہادت دے رہی ہے اور بعد آنے حق سبحانہ وتعالی کے سامنے انکے اتمام حجت ہو جائیگا بعد ازاں ایمان لانا انکو نفع نہ دیگا۔ الحاصل آیہ مذکورہ بشہادت باقی آیات جواب مذکور ہو چکی ہیں امتناع صعود اور نزول پر دال نہیں۔ مقصود آیۃ سے یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالی بزرگ اور برتر ہے اس سے کہ کوئی اسکے امور سلطنت و انتظام ملکی میں دخل دیوے۔ یا حق سبحانہ وتعالی حسب اقتضاء کفار کے جس وقت وہ جیسا کہ چاہیں نشان ظاہر کرے خصوصًا وہ نشان جو متمم حجت ہونیکے لئے موجب ہلاک ہو۔ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے۔ اگرچہ ہے اجابت مسئول

تمہارے کی

رہنا چاہیئے۔ اور مسئولکیطرف متوجہ ہونا اپنے منصب سے گویا باہر جانا ہے۔ ناظرین پر ظاہر ہو چکا ہو گا
کہ مضمون ہذا جو مدلول آیت ہے یہ کہاں اور امتناع امور مذکورہ کہاں۔ بلکہ اسی آیت میں فقرہ وَلَن
نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا الخ دلالت صراحۃً کر رہا ہے اسپر کہ کفار بھی آپکے آسمان پر جانے کو
ممتنع نہیں سمجھتے تھے لہٰذا اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ پر اکتفا نہ کی بلکہ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ الخ کو بھی ساتھ
منضم کیا۔ ہادی ہدایت کرے۔ (تفسیر ابن کثیر)۔ **سوال**۔ آیۃ هَلْ يَنظُرُونَ اِلَّآ اَن يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ
فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ اور ایسا ہی هَلْ يَنظُرُونَ اِلَّآ اَن تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ
اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَاْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا
لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِن قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا صاف خبر دے رہی ہیں موضوع ہونے حدیث
دمشقی کے اوپر۔ کیونکہ بعد نزول ملائکہ کے اتمام حجت ہو جاتا ہے۔ پھر کسیکا ایمان لانا مفید نہیں ہوتا۔
اور حدیث دمشقی میں نزول مسیح ملائکہ کے کندھے پر ہتھیلی رکھے ہوئے مذکور ہے جسکو آیات مذکورہ بالا تکذیب
کر رہی ہیں۔ اور ایسا ہی آیۃ وَقَالُوا لَوْلَآ اُنزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ اَنزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ
لَا يُنظَرُونَ۔ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ دال ہے اوپر اسکے
کہ نزول اور چلنا ملائکہ کا بنی آدم کی ہیئت پر عادت الہیہ سے نہیں اور اگر فرشتہ زمین پر اترے بھی اور
زمین پر چلے پھرے اور مشہود خواص و عوام ہو تو بالضرور خواص اور لوازم آدمیوں کے اس میں ہونے چاہئیں
جب ایسا ہو تو پھر وہی لبس اور اشتباہ بحال خود باقی رہیگا اور وہ سوال اُنکا بیجواب۔ یہ ترجمہ ہے
ایام الصلح کی عبارت کا۔ **جواب**۔ هَلْ يَنظُرُونَ سے اَوْ كَسَبَتْ فِيٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا تک ذکر ہے
یوم حشر کا اور بعض اشراط ساعت کا جس وقت ایمان لانا نافع نہ ہوگا یعنی نزول ملائکہ بعد پھٹ جانے
آسمان کے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کا نزول بادلوں کے سایوں میں جو یوم الحشر میں متحقق ہوگا بدلیل وَيَوْمَ
تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنزِيلًا۔ اور بعض اشراط ساعت مثل طلوع الشمس
من المغرب جو قبل از قیامت ظہور میں آئینگے۔ کیا یہ کفار ان امور کے منتظر ہو رہے ہیں۔ یہ مضمون
مفصل تفسیر ابن کثیر میں بشہادت احادیث صحیحہ مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ باقی رہی آیۃ
وَلَوْ اَنزَلْنَا ... ثُمَّ لَا يُنظَرُونَ تک یہ دلالت امتناع نزول ملائکہ بر دنیا میں کسی خدمت خداوندی کیلئے نہیں
کرتی بلکہ مفاد آیۃ کا ... ہے کہ اگر حسب اقتضاء کفار کے رسول ملک بھیجیں اور کفار کو بحالت کفر ...

زمین پر نزول ملائک کا ثبوت اور ... اور دیگر

تو فیصلہ ہو جائیگا یعنی کفار کو ہلاک کر دینگے۔ شاہد اسکی دوسری آیت ہے مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ۔ ایسا ہی یہ آیۃ یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى یَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ وقولہ تعالیٰ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا الخ مطلب اس سے یہ ہے کہ رسول ملکی اگر بھیجیں تو بالضرور بغرض انتفاع اور استفادہ کے بصورت بشری نازل ہوگا۔ اور اگر ایسا ہو تو پھر بھی مقصود یعنی دفع اشتباہ حاصل نہ ہوگا۔ آپ کی اس تیز طبعی کے مطابق تو کتنی ہی آیات اور احادیث صحیحہ میں تناقض غیر مندفع پیدا ہوگا۔ آپ ازالہ اور ایام الصلح میں انہیں آیات سے استدلال پکڑ کر نزول ملائکہ سے زمین پر منکر ہیں اور ملائکہ کو ارواح کواکب قرار دیا ہے۔ **حضرت جی!** سنئے۔ فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا۔ اور ایسا ہی هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ۔ اور ایسا ہی اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِیْنَ۔ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ۔ اور ایسا ہی وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ۔ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ قَالَ یٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ۔ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ الخ۔

ان سب آیات قرآنی میں آپ کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ آیا یہ آیات قرآنی ہیں یا نہیں؟ اور نزول ملائکہ اور چلنا پھرنا انکا زمین پر ثابت کر رہی ہیں یا نہیں؟ بزعم آپکے یہ ارواح کواکب زمین پر اتریں تو کواکب آسمان سے کیوں نہ گریں۔ یا متغیر نہ ہوں۔ جسم بلا روح کیسا قائم رہ سکتا ہے۔ آپ فرماویں یہ متمثل بصورت بشری مریم کے نزدیک آنیوالا۔ اور یہ جو تین ہزار اور پانچہزار موٹے گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور یہ مہمان ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے۔ اور وہ خوش شکل جسپر اثر سفر کا معلوم نہیں ہوتا تھا! اور سب حضار مجلس نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام اُس سے ناواقف تھے جیسا کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابی داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ اسکے بارہ میں آپنے فرمایا فانہ جبرائیل علیہ السلام اتاکم یعلمکم دینکم اور بخاری میں ابن عباس سے ہے کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر ھذا جبرائیل اخذ برأس فرسہ علیہ اداۃ الحرب۔ یعنی آپنے بدر کے روز فرمایا کہ یہ جبرائیل ہیں مسلح کھڑے ہوئے اور گھوڑے کو پکڑے ہوئے۔

اور وہ معلم جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بنکر تعلیم کیفیت نماز کی اور رمضان میں آپ کے ساتھ قرآن مجید کا دَور کرتا تھا اور وہ گھوڑے کا سوار جس کو فرعون کے لشکر نے دیکھا اور سامری نے خاک اُسکے گھوڑے کے قدموں کی اُٹھائی۔ اور وہ شخص جو صورت دحیہ صحابی میں آتا تھا اور ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ یا صدیق اکبر کو فرمایا کہ یہ جبرائیل ہے اور تمکو سلام دیتا ہے۔ اور وہ فرستادہ جو اہل طائف کے ایذا دینے کے وقت کہتا تھا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تیرا خدا فرماتا ہے کہ اگر تو چاہے تو میں اِس پہاڑ کو اُنکے سر پر پھینکوں وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ سب ارواح کو اکب تھے؟ "خدا را نزسے و مصطفےٰ را حیا ئے"۔ قرآن کریم کو کسی سمجھ والے سے پڑہنا چاہیئے۔ تاکہ ایک آیت کو حسب زعم اپنے کے معنے مفید مطلب پر دال ٹھہرا کر آیات اور احادیث میں تناقض پیدا نہ کریں۔ **سوال**۔ آیۃ وَمَنْ نُعَمِّرْہُ نُنَکِّسْہُ فِی الْخَلْقِ دال ہے وفات عیسےٰ پر کیونکہ حسب مفاد اس آیۃ کے جو شخص اسّی یا نوّے سال کو پہونچتا ہے اُسکو نکوس اور واژگونی بہ نسبت پہلی حیاتی کے پیدا ہوتی ہے۔ تو کیسا حال ہوگا اس شخص کا جو دو ہزار سال تک زندہ ہے ایام ایصلح

جواب۔ اسّی یا نوّے سال کی قید جو آپ نے لگائی ہے یہ کونسے کلمہ قرآنی کا مدلول ہے برائے خدا تحریف کلام الٰہی سے باز آئیں۔ آپنے آیۃ وَلَبِثُوْا فِیْ کَہْفِہِمْ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا قرآن کریم میں نہیں دیکھی۔ اگر وَمَنْ نُعَمِّرْہُ نُنَکِّسْہُ فِی الْخَلْقِ کا مفہوم اسّی یا نوّے سال تک عمر کے محدود ہونے کا ہے تو پھر یہ آیۃ وَلَبِثُوْا الخ تین سو نوّے برس تک اصحاب کہف کو کسطرح سُلا رہی ہے۔ اور نوح علیہ السلام کی عمر ۱۴۰۰ ایک ہزار چار سو سال اور حضرت آدم علیہ السلام کی ۹۳۰ سال اور حضرت شیث علیہ السلام کی ۹۱۲ سال۔ اور حضرت ادریس علیہ السلام کی ۵۶۲ سال۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ۱۲۰ سال۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ۲۲۳ سال۔ کیسے مدلول آیت قرآنی وقوع میں آئے۔ یہ سب کمال تیزی فہم اور طلاقت لسانی کا ہے۔ ہادی ہدایت کرے۔

سوال۔ آیۃ وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ دال ہے وفات عیسیٰ پر کیونکہ کسی جگہ نہیں ومنکم من صعد الی السماء بجسدہ العنصری ثم یرجع فی آخر الزمان وارد نہیں ہوا۔ فقط دونوں ہی امر کا ذکر ہے اب اگر صعود الی السماء بھی مانا جائے تو حصر آیۃ باطل ہوتا ہے۔ **جواب**۔ مسیح بن مریم اس آیت کے دوشق میں سے وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ میں داخل ہے۔ اور ارذل العمر کے لئے حد معین نہیں نہ منصوصی اور نہ عقلی۔

ناکہ اس سے متجاوز ہونا موجب موت کا ہو۔ علماء طبعیین نے جو تحدید کی ہے اُسکو شیخ اکبر اپنے کشفی طریق سے فتوحات میں ردّ فرماتے ہیں۔ مضمون اُنکے قول کا یہ ہے کہ اگر جو کچھ علم طبعی میں ہمارے اوپر مکشوف ہوا ہے علماء طبعیین کو معلوم ہوتا تو ہرگز عمر طبعی انسان کی محدود بہ حد معین نہ کہتے۔ امید ہے کہ آپ کشفی دلیل کو تو مان ہی لینگے۔ باقی رہا مسیح کا آسمان پر جانا سو یہ حالات متوسط بین الولادت اور بین الوفات میں سے ہے۔ حالات متوسطہ کا ذکر اگر ضروری سمجھا جائے تو چاہئیے کہ عدم ذکر واقعہ صلیب بھی جیسا کہ مزعوم جناب کا ہے یعنی مسیح کو صلیب پر دیا جانا مانتے ہیں موجب بطلان حصر آیت ہو۔ اور اگر یہ عدم ذکر موجب بطلان حصر نہیں تو ایسا ہی عدم ذکر صعود علی السماء (جو حالات متوسط میں سے ہے) بھی مخل حصر آیۃ نہیں ہوسکتا۔ ہادی ہدایت کرے۔ **سوال**۔ آیۃ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ اور ایسے ہی كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ نص صریح ہے موت عیسیٰ پر کیونکہ صریح معلوم ہوتا ہے کہ مایہ حیات انبیاء کا بھی مثل باقی افراد بشری کے طعام ہی ہے تو پھر آسمان پر زندہ رہنا مسیح کا اتنی مدت بغیر خورد و نوش کے کیسے ہوسکتا ہے؟ **جواب**۔ آیۃ مذکورہ سے مایہ حیات طعام کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ طعام کے معنے مَا يُطْعَمُ کے ہیں یعنی جو طعم اور غذا ہو کر مایہ حیات بنے۔ طعام کا معنے گیہوں، جو وغیرہ حبوب نہیں۔ بلکہ یہ بھی منجملہ افراد طعام میں سے ہیں۔ آپنے حدیث وَاَيُّكُمْ مِثْلِي اِنِّي اَبِيْتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِي۔ متفق علیہ سنی ہوگی وہ خدا کے ہاں بغیر گندم اور جَو وغیرہ حبوب ارضی کے کسی اَور چیز کی خورد و نوش سے خبر دے رہی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ میں تمہاری طرح مرغ آب و دانہ نہیں ہوں کہ ماکولات معتادہ ہی میری حیات کا ذریعہ ہوں۔ رات گذارتا ہوں اور میرا رب مجھکو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ اور ایسے ہی وہ حدیث جسکو ابوداؤد اور امام احمد حنبل اور طیالسی نے روایت کیا ہے فکیف بالمؤمنین یومئذ۔ فقال یجزیھم ما یجزی اھل السماء من التسبیح والتقدیس۔ راوی حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھتا ہے کہ یا رسول اللہ کیسا حال ہوگا جسدن دجال کے ہاتھ میں طعام ہوگا آپنے فرمایا جسطرح آسمان پر رہنے والوں کا مایۂ حیات ذکر الٰہی تسبیح اور تقدیس ہے اسیطرح مومنین بھی سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ کا ذکر کرینگے اور یہی ذکر انکا طعام اور مایہ حیات ہوگا۔ انجیل متی اور لوقا باب ۴ درس ۴ حضرت مسیح علیہ السلام نے لکھا ہے) اس لفظ سے یہ ثابت ہوتا ہے

کہ صحف انبیاء گذشتہ میں بھی یہ مسئلہ اسیطرح پر مرقوم ہے کہ خاصان خدا کے بدن میں کلام ربانی وہی تاثیر پیدا کر دیتا ہے جو عوام کے جسموں میں طعام کی تاثیر مسلم ہے۔ انتہی۔ اصحاب کہف کا قصہ زیر لحاظ رکھیں۔ اُنکو کسطرح حکیم مطلق نے بغیر طعام اور شراب مالوف اور بغیر تنظیف شعاع آفتابی اور ہوا کے اتنی مدت دراز تک زندہ رکھا۔ آپ اور قانون قدرت کیسے مرید بھی انبیاء اور اولیاء کو اپنے پر قیاس فرماتے ہیں۔ اِس اُمت مرحومہ میں اب بھی اور قیامت تک ایسے لوگ موجود ہیں اور ہوں گے جنکا مایۂ حیات ذکر الٰہی ہے اور ہوگا۔ **سوال**۔ بحکم آیۃ وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ حَیًّا۔ چاہیئے کہ مسیح بن مریم آسمان پر صلوٰۃ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہوں حالانکہ آسمان پر جیسے خورد و نوش سے فارغ ہیں ایسا ہی باقی لوازم جسمیت سے۔ علاوہ اس کے ادائے زکوٰۃ مال کو چاہتا ہے۔ **جواب**۔ حضرت عیسٰے تو دنیا میں بھی بباعث زہد و فقر کے مالک نصاب نہیں ہوئے۔ ادائے زکوٰۃ میں تو نصاب کا ہونا شرط ہے۔ آپ زمین پر اُنکا ادائے زکوٰۃ ثابت کریں۔ بعد اسکے آسمان پر ہم ثابت کر دینگے۔ یہ اعتراض تمسخر سے ساتھ مسیح بن مریم کے۔ جیسا کہ ایام الصلح میں آپنے لکھا ہے لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ازالۂ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں باریک قلم سے آپ لکھتے ہیں کہ احیاء موتی ایک مسمریزم کے طور پر کھیل تھی۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا الخ۔ میں متعجب ہوں کہ اللہ جلشانہٗ نے اس کھیل اور لہو و لعب کو اُس نبی اولوالعزم کی نعمتوں موہوبہ سے قرآن کریم میں کیسے شمار کیا۔ وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا وَّاِذْ عَلَّمْتُکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَالتَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْـَٔۃِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْھَا فَتَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ یہ مردوں کا قبر سے زندہ کر کے باذن خداوند نکالنا۔ یہ بھی مسمریزمی طلسم آپکے نزدیک ہوگا۔ تو پھر باذنی لگانے کی کیا حاجت تھی۔ یہ تو اسی لیئے ہے کہ ایسے خارق کا ظہور بندہ کے ہاتھ پر متوہم الوہیت اسکا نہ ہو بلکہ فی الواقع زندہ کرنے والا میں ہوں۔ اور انبیاء کرام بظاہر محل ظہور ہوتے ہیں۔ معجزہ تو نام اسی خارق کا ہے جو اسباب عادیہ میں سے نہ ہو۔ ورنہ دوسرے لوگ اسکی مثل لانے سے کیسے عاجز ہوگئے

علاقہ مماثلت تو پیار کو چاہتا ہے۔ مرزا صاحب کو باوجود علاقہ مماثلت کے مسیح بن مریم علیہ السلام سے معلوم نہیں کیا رنج ہے انکے معجزات منصوصہ سے گیا بلکہ سب انبیاء کے معجزات سے منکر بلباس ماول ہوگئے ہیں بالخصوص انکار معجزات عیسویہ کی تو البتہ وجہ ہے تا کہ لوگ ہمکو ایسے خوارق کے اظہار کی تکلیف نہ دیں۔ مگر اور انبیاء کے معجزات میں کیونکر انکار رہا شاید تعلیم یافتگان لندن کا خیال ہے۔ **سوال** ۔ آیۃ اِنَّکَ مَیِّتٌ ۲ مَیِّتٌ اور ایسا ہی وَاِنَّھُمۡ مَیِّتُوۡنَ قضیہ مطلقہ عامہ ہیں نہ دائمہ مطلقہ یعنی تحقیق تو اے حبیب صلعم فوت ہونیوالا ہے اپنے وقت معین میں۔ اور وہ انبیاء سابقہ بھی اپنے اپنے اوقات معینہ میں مرنیوالے ہیں۔ اب فرمائیے کہ مسیح ابن مریم کو بعد نزول سب اہل اسلام اِنَّھُمۡ مَیِّتُوۡنَ میں داخل سمجھتے ہیں یا نہ۔ نزول آیت کے وقت اگر مر جانا انکا ضروری ہو تو چاہیئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وقت نزول آیت داخل اموات ہو گئے ہوں۔ **سوال** میت مشتق موت سے ہے اور حمل مشتق کا قیام مبداء کو چاہتا ہے جو یہاں پر موت ہے تو بنابراں چاہیئے کہ وہ سب مر چکے ہوں حتیٰ کہ مسیح بھی۔ **جواب** ۔ قیام مبداء کا وقت تحقق مضمون قضیہ ضروری ہوتا ہے نہ وقت صدق قضیہ۔ **سوال** ۔ آیۃ وَالَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَا یَخۡلُقُوۡنَ شَیۡـًٔا وَّھُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ اَمۡوَاتٌ غَیۡرُ اَحۡیَآءٍ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ دلیل ہے وفات مسیح پر۔ **جواب** ۔ یہ آیت سورۃ نحل کی ہے جسکا نزول مکہ میں (زادہا اللہ شرفاً و تکریماً) ہوا ہے۔ بناءً علیہ مراد مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ سے معبودات مشرکین مکہ کے ہونگے یعنی اصنام اور بت۔ نہ مسیح بن مریم جو معبود اہل کتاب کا ہے۔ ابن عباسؓ اَمۡوَاتٌ کی تفسیر میں اَصۡنَامٌ اموات فرماتے ہیں۔ **سوال** ۔ عموم لفظ کو اعتبار ہوا کرتا ہے نہ خصوص مورد کو۔ بنابراں چاہیئے کہ مراد مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ سے مطلق معبودات باطلہ ہوں بغیر تخصیص بتوں کے۔ تو پھر مسیح بن مریم بھی داخل اموات بحکم اس آیت کے ہوگا۔ **جواب** ۔ معبودات باطلہ میں فقط مسیح ہی اس تقریر پر داخل نہ ہوگا بلکہ ملائکہ جو منجملہ معبودات باطلہ سے ہیں وہ بھی داخل اموات ہونگے۔ تو بحکم آیۃ مذکورہ روح القدس بھی مر گیا ہوگا۔ اب یہ مصیبت کس پر پڑی۔ آپ پر۔ کیونکہ سلسلہ الہامی کا اول ہی سے انقطاع لازم ہوا۔ اور اگر اموات سے وہی معنی مطلقہ عامہ کی رنگ سمجھا جائے یعنی اپنے اپنے اوقات میں جیسا بیضاوی اور ابن کثیر اور تفسیر کبیر اور کشاف اور سب تفاسیر میں ہے۔ تو مسیح بن مریم بھی قبل از وقت معین زندہ رہیگا۔ **سوال** ۔ آیۃ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ صاف شہادت دے رہی ہے وفات عیسیٰ بن مریم پر۔ **جواب** ۔ آپ نے معنے خَلَتۡ کے تُوُفِّیَتۡ کے سمجھے ہیں تب ہی خوش ہو رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے

۲ وَاِنَّھُمۡ مَیِّتُوۡنَ وغیرہ سے وفات عیسیٰ بن مریم میں۔ جواب۔ یہ دونوں یعنی اِنَّکَ

تو آیت سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ اور دوسری آیۃ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا میں تناقض صریح ہوگا۔ کیونکہ پہلے کا مفاد یہ ہوا سنت خداوندی مرچکی اور معدوم ہوگئی اور دوسری کا مفاد یہ کہ سنت الٰہیہ متغیر نہیں ہوتی یعنے ہمیشہ بحال خود باقی رہتی ہے۔

حضرتِ من! سنئے۔ خَلَتْ مشتق ہے خلو جسکا معنے تنہا ہونا ہے جیسا کہ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ اور دوسرا معنے گذرنا بھی ہے۔ اور یہ معنے صفت زمانہ کی بالذات ہوتا ہے۔ کہتے ہیں سال گذشتہ اور قرونٌ خالیۃٌ اور زمانیات کی بالعرض۔ یعنی جو اشیاء کہ زمانہ میں موجود ہیں انکو بھی بعلاقہ ظرفیت اور مظروفیت کے موصوف کیا جاتا ہے اب معنے آیت کا یہ ہوا۔ گذر چکے ہیں قبل اسکے صلعم رسول۔ اور یہ دو طرح پر صادق ہوتا ہے جو مر گئے ہوں انکو بھی اور جو زندہ ہوں مگر رسالت سے فارغ ہیں جیسا کہ مسیح بن مریم[1]۔ محاورہ۔ فلاں حاکم شہر میں تحصیلدار ہو گذرا ہے یہ ہر دو صورت میں صادق ہے اگر مر گیا ہو جب بھی اور اگر ملازمت

---

[1] عیسیٰ بن مریم کا مستثنےٰ ہونا اثبات مدعا میں مخل نہیں کیونکہ واقعہ اُحد اور حادثہ وفات شریف دونوں میں مزعوم مخاطب کا برات ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے۔ اور ظاہر ہے کہ دفع مزعوم مذکور میں جو سالبہ کلیہ ہے یعنی لا فنی من الحل بہا لک فقط ایجاب جزئی جو نقیض صریح ہے سلب کلی کے لئے کفایت کرتی ہے جس سے اظہار اس امر کا مقصود ہے کہ رسالت منافی موت کی نہیں صورت استدلال نزول آیت کے لحاظ سے یہ ہے۔ اَلْمَوْتُ لَیْسَ بِمُنَافٍ لِلرِّسَالَةِ لِاَنَّهٗ لَوْ کَانَ مُنَافِیًا لَمَا تَوَفّٰی اَحَدٌ مِّنَ الرُّسُلِ لٰکِنَّهٗ الخ۔ الغرض مقصود کلام ہے ابطال مزعوم مخاطبین کا ہے باثبات نقیض مزعوم کے جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بلحاظ رسالت کے موت سے بری خیال کیا ہوا تھا لہذا اسکی تردید میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ فرمایا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم موت سے بری نہیں ہاں رسول ہیں اور رسالت منافی موت کے لئے نہیں اگر منافی ہوتی تو کوئی رسول نہ مرتا لیکن آپ سے پہلے کئی رسول مر چکے ہیں۔ بلفظ (کئی رسول) اسلئے کہتا ہوں کہ آیۃ بل رفعہ اللہ کی مخصص ہے عموم اسکے لئے۔ استدلال صدیق الامۃ میں بھی اسیطرح سمجھیں۔ صرف اتنا ہی فرق ہے کہ یہاں مزعوم مخاطبین کا عدم تحقق وفات شریف کا ہے صدیق الامۃ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی وفات شریف سے بخیال رسالت کے کیوں انکار کرتے ہو۔ رسالت منافی موت کی نہیں تمکو قرآن مجید کا مضمون بھول گیا کہ اگر منافی موت کی ہوتی تو پہلے آپکے کوئی رسول نہ مرتا لیکن قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اس تقریر سے ناظرین سمجھ چکے ہوں گے کہ قد خلت من قبلہ الرسل مقدمہ استثنائیہ ہے قیاس استثنائی کا نہ کبریٰ شکل اول کا جیسا کہ آجکل کے زعمی مولویوں نے سمجھ رکھا ہے کیونکہ قطع نظر قوام ہیئۃ شکل اول کے مضمون ہی صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس تقریر پر غرض صدیقی یہ ہوگی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالفعل وفات پا چکے ہیں کیونکہ آپ رسول ہیں اور جو رسول پہلے گذرے سب مر چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ سب رسولوں کا مر جانا اسکا مقتضی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالفعل ہی وفات پاویں کیونکہ یہ مقتضی تو ابتداء ولادت شریفہ سے موجود تھا تو چاہیئے تھا کہ پہلے سے وفات شریف متحقق ہوتی۔ دفع استعجاب مخاطبین میں قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کا کلیہ ہونا بلحاظ قبلیت کے ضرور نہیں۔ اور باعتبار تحقق وفات کے اپنے اپنے اوقات میں جیسا کہ بالخصوص علی نبینا وعلیہ السلام کیلئے بعد النزول (قد خلت من قبلہ الرسل بطریق کلی صادق ہوگا۔ کوئی مسلمان مسیح بن مریم کو حی قیوم وغیرہا لک نہیں سمجھتا۔ صاحب القول الجمیل نے امت مرحومہ کو بعد انتساب اعتقاد ہذا ناحق مشرک ٹھہرایا۔ دیکھو ص۱۴ قول جمیل۔ بعد اظہار مقصود اس آیۃ کے ناظرین اُس وہو کا سے جو سالک لعارف میں متعلق آیۃ ہذا کے مذکور ہے بچ سکتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

صیغہ تحصیل داری سے علیحدہ ہو کر زندہ موجود ہو جب بھی۔ **سوال**۔ مابعد اسکے اَفَاِنْ مَّاتَ قرینہ ہے ارادہ معنے موت پر قَدْ خَلَتْ سے۔ **جواب**۔ اَفَاِنْ مَّاتَ چونکہ بمقابلہ اَوْ قُتِلَ کے واقع ہوا ہے لہٰذا مَاتَ سے مراد موت حتف انفہ ہوگی۔ یعنے اپنے آپ مرنا بغیر قتل کسی کے (وفیہ ما فیہ من وجہین اسمہ قتل)۔ جب یہ خیال ذہن میں متمکن ہو چکا نواب منصف ہو کر فرماویں کہ اگر اَفَاِنْ مَّاتَ کو قرینہ ارادہ معنی موت پر قَدْ خَلَتْ سے ٹھہرائینگے تو ضرور قَدْ خَلَتْ سے بھی موت حتف انفہ مراد ہوگی یعنی موت طبعی۔ تو لازم آئیگا قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کا کاذب ہونا کیونکہ سب انبیا علیہم السلام موت حتف انفہ سے تو نہیں مرے بلکہ کوئی اپنی موت سے اور کوئی مقتول ہو کر شہید ہوئے۔ اور اگر خَلَتْ سے معنے مطلق موت کا لیا بھی جائے تو آیت رفع مخصص ہوگی۔ عموم اس آیۃ اور اسکے نظائر کی جیساکہ پیدائش آدم کا بیان آیۃ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ اور نظائر جو اسکے ہیں (جواب تحقیقی یہی ہے) ہو چکا تو پھر عموم اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ اور ایسا ہی خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ مخصوص البعض ہے یعنی ان آیات میں جو ذکر انسان کی پیدائش کا مادہ منی سے ہے آدم کو شامل نہیں۔ بلکہ ماسوائے آدم کے باقی افراد انسانی کا حکم ہے کیونکہ آدم کا ذکر علیحدہ ہو چکا۔ ایسا ہی آیۃ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے اور اُسکے نظائر سے چونکہ مسیح کا ابتک زندہ رہنا ثابت ہو چکا تو پھر قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور اسکی نظائر سے مراد غیر مسیح ہوگا۔ اس آیت کی مفصل تشریح کتب تفاسیر میں ملاحظہ فرماویں۔ مؤلف ایام الصلح اور انکے اتباع کو جو دھوکا یہاں پر دعوی اور دلیل میں ہوا ہے وہاں پر مفصل مذکور ہے۔ **سوال**۔ آیۃ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ بڑی دلیل ہے اثبات کی کہ بغیر کرہ زمین کے نوع انسانی کا مستقر اور مستودع یعنی قرارگاہ اور نہیں تو پھر مسیح بن مریم آسمان پر کسطرح بقیہ ایام حیٰوۃ بسر کر رہا ہے۔ **جواب**۔ کرہ ارضی کا مستقر اور مستودع ہونا بطریق اصالت یہ منافی نہیں اسکی کہ بعض افراد بشری کو عارضی طور پر کسی اور کرہ میں رکھا جاوے جیساکہ ملائکہ کے لیئے موطن اصلی اور مستقر طبعی افلاک ہیں معہذا زمین پر بھی عارضی طور پر آمد و رفت رکھتے ہیں۔ بالجملہ حصر جو مستفاد ہے تقدیم ظرف سے وہ اضافی ہے بہ نسبت استقرار اصلی کے! اور اختصاص جو مستفاد ہے وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ سے اثر ہے جعل تکوینی کا جسکا مجعول الیہ عارض غیر لازم ہے اور اس صورت میں انفکاک مابین مجعول اور مجعول الیہ کے متصوّ

ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ وَجَعَلَ اللَّیْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلَ النَّھَارَ مَعَاشًا جبکہ زید مثلاً ساری رات کسب وجہ معاش میں گذارے اور دن نیند میں۔ دلیل عارضی ہوئی مجعول الیہ یعنی حیوٰۃ فی الارض کے قصہ ہبوط ابلیس کا اور بعد ازاں صعود اسکا بدلیل فَوَسْوَسَ لَھُمَا الشَّیْطٰنُ فَاَخْرَجَھُمَا مِمَّا کَانَا فِیْہِ الخ ہے۔ جب ابلیس بعد از ہبوط کے پھر آسمان پر جاکر وسوسہ انداز آدم علیہ السلام کا ہوا تو بعض افراد نوع انسانی جنکا مادہ فطرتی نفخ روح القدس کا ہو اسکا صعود کسطرح ممتنع مانا جائے۔

سوال۔ خاتم النبیین ہونا آپکا صلعم دلیل ہے وفات مسیح پر۔ کیونکہ اگر مسیح بن مریم آسمان پر زندہ ہوا اور آخر زمانہ میں نزول فرماوے تو آپکے بعد بھی اور نبی آگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ رہے اور اگر در رنگ احاد امت آئے تو یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ علم ازلی میں جب نبی ہے تو پھر بغیر نبوت کیسا نزول کریگا۔ جواب۔ بعد نزول در رنگ احاد امت ہی اُترینگے۔

علمِ اَزَلی کا مسئلہ سنئے۔ علم تابع معلوم کے ہوا کرتا ہے من حیث المطابقہ۔ یعنی جس طرح معلومات یعنی اشیاء موجودہ فی الواقع اپنے اپنے وقت میں موجو ہیں اسیطرح حق سبحانہٗ تعالیٰ ازل میں قبل از وجود انکے اُنکو جانتا ہے۔ اگر معلوم کا اتصاف کسی صفت کیساتھ علی سبیل الاستمرار ہے تو اسیطرح اور اگر علی سبیل الانقطاع ہے تو اُسیطرح اُسکو جانتا ہے۔ مسیح ابن مریم کی بلکہ کل انبیاء کی نبوت اور رسالت چونکہ محدود بعد ظہور نبی پچھلے کے ہوتی ہے لہٰذا علمِ ازلی میں بھی بوصف محدودیت اور انقطاع معلوم ہوگا ورنہ جہل لازم۔ سوال۔ قصہ عود ایلیاء بھی تاویل ہماری کا مثبت ہے۔ یعنی ایلیا کے دوبارہ دنیا میں آنیکا ذکر جو صحیفہ ملاکی باب ۴ اور آیت ۵ میں واقعہ ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مراد ایلیاء کے آنے سے یہ تھی کہ اُسکا مثیل آئیگا سو وہ آگیا۔ یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام باب ۱۱ انجیل متی۔ اسیطرح مراد نزول مسیح سے جو احادیث میں مذکور ہے میں ہوں۔ یعنی مرزا صاحب۔ جواب۔ قصہ عود ایلیا اگر صحیح بھی مانا جائے تو آخر کار نظیر ہی ہنگی علت مثبتہ تو نہ ٹھہرے گی دیکھئے لاکھوں نظیریں پیدائش افراد انسانی کی ہمارے زیر نظر ہیں۔ اور ہر روز دیکھنے میں آتا ہے کہ سب مادہ منی سے جو باپ کی پشت اور ماں کے سینہ سے نکلتی ہے پیدا ہوتے ہیں۔ باوجود اسکے کہ یہ نظائر مع کثرت اپنی کے قانون کلی کو ثابت نہیں کرتیں۔ دیکھو آدم اور حوا اور عیسیٰ علیہ السلام اس حکم سے خارج ہیں۔ ایسا ہی ایلیاء کا آنا در رنگ

ظہور یحییٰ یہ ایک نظیر کسطرح پر نزول مسیح کو در صورت ظہور مثیل ثابت کر سکتی ہے۔ یہاں تو جب آیت اور حدیث نے بالخصوص نزول مسیح ابن مریم کو ثابت کیا تو پھر ایک نظیر کیا اگر لاکھوں بھی ہوں اثبات نزول مسیح در رنگ صورت مرزا صاحب نہیں کر سکتے۔ اثباتِ احکام بشہادت نظائر یہ اُس صورت میں ہوتا ہے کہ بالخصوص نصوص وارد نہ ہوئی ہوں۔ وہ بھی حسب تخمین و ظن نہ بر سبیل قطعیت جیسا کہ دلیل استقرائی کا شان ہے۔ پھر میں کہتا ہوں اگر بالفرض نظیر کو مثبت حکم علی سبیل القطعیت مانا بھی جاوے تو یہ نظیر یعنے ایلیاء کا قصہ جناب کے دعویٰ کو باطل کرے گی۔ اسلیئے کہ ایلیاء کا آنا در رنگ ظہور مثیل یعنی یحییٰ چونکہ مماثل اور مماثل لہٗ ہر دو نبی ہیں یہ نظیر اسی کو ثابت کرے گی کہ مثیل مسیح بھی نبی وقت ہو مثل یحییٰ علیہ السلام کے۔ آپ کو یا تو مثل یحییٰ علیہ السلام کے سلسلۂ انبیاء میں ثابت کریں یا دعویٰ مسیح موعود کرنے سے باز آئیں اگر آپ فرمائیں کہ مماثلت بین الامرین مشارکت فی جمیع الاوصاف کی مقتضی نہیں ہوتی تو ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ حکم بھی چونکہ منجملہ اوصاف ہے، تو مشارکت فی الحکم کی کیا ضرورت ہے۔ ایلیا بہ ظہور مثیل اپنے یحییٰ کے نازل ہوا اور مسیح ابن مریم بنفسہ نازل ہو کیا ضرورت ہے کہ کیفیت نزول ایلیا اور نزول مسیح ابن مریم کی من جمیع الوجوہ ایک ہی ہو۔ مَیں جانتا ہوں کہ آپ یہاں پر علماء اُمّتی کانبیاءِ بنی اسرائیل کو ہاتھ ڈالکر اپنے میں نبوت ثابت کرینگے۔ مگر پھر بھی چھوٹنا مشکل ہے کیونکہ وہی اشکال عود کریگا یعنی اگر مشارکت فی جمیع الاوصاف من کل الوجوہ ضروری ہے تو اپنی ذات میں نبوت مثل یحییٰ کی پیدا کریں۔ والّا تو پھر اتحاد فی الحکم بھی ضروری نہیں۔ پھر سباً مَیں عرض کرتا ہوں کہ انجیل متی کے گیارہویں باب میں موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یحییٰ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ یہ وہی ایلیا موعود ہے۔ اور پہلے باب انجیل یوحنا میں انکار یحییٰ کا مذکور ہے تو اب مناسب ہے کہ یحییٰ کا قول معتبر سمجھا جائے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے حال سے اچھی طرح واقف اور خبردار ہوتا ہے بالخصوص جب نبی اور مُلہم من اللہ بھی ہو۔ اور اگر زائد نہ سمجھا جائے تو کم از کم دونوں تو مساوی ٹھہر کر اذا تعارضا فتساقطا کا حکم لگانا ہوگا یعنی کوئی قابل احتجاج نہ رہیگا۔

اتنی تطویل اور تضییع اوقات محض آپکے لحاظ سے کیجاتی ہے۔ ورنہ اہل اسلام کو بعد ازاں کہ ایک بات قرآن مجید سے بشہادت سیاق و تفاسیر صحابہ کے اور احادیث صحیحہ متواترۃ المعنے ہے

معلوم ہو چکی ہو اور خصوصاً وہ مقام جو خود منصف اور فیصلہ دہندہ اور رافع شکوک ہیں انکا
ہو تو پھر ہم کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اجماع اُمّت کو چھوڑ کر اسرائیلیات کیطرف کیوں متوجہ
ہوں۔ کیونکہ یہ توجہ مقیّد ہے اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ کے ساتھ۔ آپ اختلافات اناجیل سے
بخوبی واقف ہیں۔ کیونکہ ہر وقت ہیں عرصہ دراز سے استعمال ہوتا رہتا ہے۔ پھر تعجب ہے کہ
کہ آپ ازالہ اوہام اور ایام الصلح میں آثار صحابہ کو جو مروی باسانید صحیحہ ہیں چھوڑ کر روایات اناجیل کیطرف متوجہ
ہو کر اُلٹا سائر اہل اسلام کو فرماتے ہیں کہ باعث اعراض ان علماء کا روایات اناجیل سے کیا ہے۔
بھلا واقعہ صلیب میں تحریف کرنیکا اہل کتاب کو باعث کون ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ واقعہ صلیب
تو بجائے خود رہا۔ نبوت عیسٰی علیہ السلام کو جو واقعی اور بغیر عناد مسلمہ جانبین ہے۔ اگر انجیلوں سے ثابت
کرنا چاہیں تو مشکل پڑے گی۔ بغیر از رجوع قرآن کریم کیطرف چارہ نہ ہوگا۔ آپ جانتے ہیں کہ یہویقیم
بن یوشیاہ نے جس وقت صحیفہ ارمیا علیہ السلام کو جلا یا تھا ارمیا علیہ السلام کے اوپر وحی نازل ہوا کہ
کہتا ہے رب یہویقیم ملک یہوہ کی ضد میں کہ اُس میں سے ہرگز کوئی داؤد کی کرسی پر نہ بیٹھے گا۔ اور عیسٰی
علیہ السلام چونکہ اولاد یہویقیم میں سے ہے مطابق نسب مذکور کے انجیل متی میں تو چاہیئے کہ قابل جانشینی داؤد کے
نہ ہو بحکم وحی ارمیا کے زندہ اُٹھنا مسیح کا قبر سے۔ اور ایسا ہی واقعہ صلیب اس میں جو اختلافات واقع ہیں
آپ بخوبی جانتے ہونگے۔ ایوب ساتویں باب ورس نانویں میں اپنی کتاب کے کہتا ہے۔ ترجمہ فارسیہ ۱۸۴۵ء
ابر پراگندہ شدہ نابود می شود ہمیں طور کسیکہ بقبر میرود برنمے آید) ورس دسواں (بخانہ اش دیگر برنخواہد گردید
و مکانش دیگر وے را نخواہد شناخت) اور چودہویں باب کتاب اپنی میں ورس تیسرے اور چودہویں میں کہتا ہے
ترجمہ فارسیہ ۱۸۳۳ء (انسان میخواہد و نخواہد برخاست مادامیکہ آسمان محو نشود بیدار نخواہد شد و از خواب
برنخواہد خواست۔ آدمی ہرگاہ بمیرد آیا زندہ میشود الخ) اب یہ مسیح کے زندہ ہو کر اُٹھنے کا قبر سے انکار کر رہا ہے
دوسرے عیسائی اسکو بعد تین دن کے زندہ ہو کر آسمان کیطرف چڑھنے کے قائل ہیں۔ ایسا ہی واقعہ صلیب کے
اختلافات دوسری جگہ ناظرین ملاحظہ کر لیویں۔ اللہ جلشانہٗ نے اس امت مرحومہ کو بطفیل حبیب اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم ایسے اختلافات سے جو یہود و نصاریٰ میں چلے آتے تھے نجات بخشی جیسا کہ براءت مریم کی
بیان فرمائی ایسا ہی افتراء یہود کا قتل مسیح کے بارہ میں لغو ٹھہرا کر بیان امر واقعی کا فرمایا۔ کہ مسیح کو تو ہم نے
[illegible]

بڑا افسوس ہے کہ آجتک امت مرحومہ آیات بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کو اور ایسا ہی وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ اور ایسا ہی وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ان سب کو صحابہ سے لیکر علماء زمان تک بکذب عقیدہ یہود و نصاریٰ ٹھہراتے رہے اور پھر آج انہیں آیات کو جناب مرزا صاحب یہود و نصاریٰ کے اقوال پر اُلٹا کر لیجاتے ہیں۔ اب ابن عباسؓ کا معنے اور قول قابل اعتبار نہیں رہا۔ چوتھی دفعہ پھر میں عرض کرتا ہوں کہ قصۂ عود ایلیا کے دو ٹکڑے ہیں۔ ایک صعود ایلیا بجسدہ العنصری آسمان پر۔ اور دوسرا نزول اُسکا بمعنے ظہور مثیل اُسکے یعنی یحییٰ علیہ السلام۔ پہلا ٹکڑا نظیر کامل صعود مسیح کے لئے بجسدہ العنصری آسمان پر ہوسکتا ہے، کیونکہ دونوں مماثل شریک فی النبوت ہیں۔ اور دوسرا ٹکڑا نظیر کامل نزول مسیح بمعنے ظہور مثیل یعنی مرزا صاحب نہیں ہوسکتا جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے۔ اب فرمایئے کہ قصہ عود ایلیا نے عقیدہ کا فہ اہل اسلام کو فائدہ بخشا یا آپ کو۔ بلکہ اُلٹا مضر ہوا کیونکہ آپ صعود بشر بجسدہ العنصری کو محالات عقلیہ لا نظیر لہا سے جانتے ہیں۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۶۹ میں آپ نزول مسیح کو فرع صعود بجسدہ العنصری کی بنا کر اس امر کا اقرار کرچکے ہیں کہ ہمکو بعد ثبوت صعود بجسدہ العنصری کے نزول بجسدہ میں کوئی انکار نہ ہوگا۔ اب قصۂ عود ایلیا اگر قابل تمسک ہے تو حسب اقرار اپنے کے نزول مسیح کے بجسدہ العنصری قائل ہوجائیں۔ ورنہ تو استشہاد آپکا اس قصہ سے کیا معنے رکھتا ہے۔ ہاں یہ ہے کہ اپنے لئے میٹھا اور دوسروں کے لئے کڑوا۔ اور قصہ صعود ایلیا بجسدہ العنصری میں ایلیا کی چادر کا گر جانا جو مذکور ہے آپ اُسکو چھوڑ جانا بدن کا خیال فرماتے ہیں اس تاویل کو باطل کرتا ہے۔ اس چادر کا پانی پر مارنا اور گذر جانا ندی سے جو اُسی قصہ میں مذکور ہے۔ کتاب سلاطین باب ۲ ورس ۸۔ اور ایلیا نے اپنی چادر کو لیا اور لپیٹ کے پانی پر مارا کہ پانی دو حصے ہوکے اِدھر اُدھر ہوگیا اور وے دونوں خشک زمین پر ہوکے پار گئے۔ ۹۔ اور ایسا ہوا کہ جب پار ہوئے تب ایلیا نے الیسع کو کہا کہ اس سے آگے کہ میں تجھ سے جدا کیا جاؤں مانگ کہ میں تجھے کیا دوں تب الیسع بولا مہربانی کرکے ایسا کیجیے کہ اُس روح کا جو تجھپر ہے مجھ پر دوہرا حصہ ہو۔ ۱۰۔ تب وہ بولا تونے بھاری سوال کیا۔ سو اگر تو مجھے آپ سے جدا ہوتے ہوئے دیکھے گا تو تیرے لئے ایسا ہی ہوگا اور اگر نہیں تو ایسا نہو گا۔ ۱۱۔ اور ایسا ہوا کہ جوں ہی وے دونوں بڑھتے اور باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھو کہ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے دونوں کے میان ہوکے اُن دونوں کو جدا کردیا۔ اور ایلیا بگولے میں ہوکے آسمان پر جاتا رہا۔ ۱۲۔ اور الیسع نے یہ دیکھا اور چلایا۔ اے میرے باپ میرے باپ اسرائیل کی رتھ اور اُسکی سارتھی سو اُس نے اُسے پھر نہ دیکھا اور اُس نے اپنے کپڑوں پر ہاتھ

اور اُنہیں دو حصے کیا ۱۳۔ اور اس نے ایلیا کی چادر کو بھی جو اوپر سے گر پڑی تھی اُٹھا لیا اور اُلٹا پھرا اور یردن کے کنارے پر کھڑا ہوا ۔۱۴۔ اور وہاں اس نے ایلیا کی چادر کو جو اس پر سے گر پڑی تھی لیکے پانی پر مارا اور کہا کہ خداوند ایلیا کا خدا کہاں ہے اور اس نے بھی اس چادر کو جب پانی پر مارا تو پانی اِدھر اُدھر ہو گیا اور الیسع پار ہوا۔

ناظرین سمجھ چکے ہونگے کہ جناب مرزا صاحب نے قصہ ایلیا کو جو دلیل اپنے مدعا کی یعنی نزول مسیح بن مریم بمعنے ظہور مثیل یعنے مرزا صاحب بنایا ہے۔ پہلا ٹکڑا اسکا مضر انکے پڑا اور دوسرا ٹکڑا نظیر کامل نہ بن سکا یہ عادت آپ کی فقط قصہ ایلیا میں ہی نہیں بلکہ ہر جگہ نقل اور استشہاد میں ایسا ہی کرتے ہیں۔

ابن عباسؓ کی تفسیر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر لے لیا باقی کو چھوڑ کر یہ غل مچا دیا کہ ہمارے دعوی کی شہادت ابن عباس کی تفسیر دے رہی ہے۔ مرزا صاحب ازالہ اوہام کے ف ۱۳۶ سے تک سورۂ قدر اور سورہ بینہ اور سورہ زلزال کی تفسیر لکھتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ سنۃ اللہ اسیطرح پر جاری ہے کہ خدا تعالی کا کلام لیلۃ القدر ہی میں نازل ہوتا ہے اور اسکا نبی لیلۃ القدر ہی میں دنیا میں نزول فرماتا ہے۔ پھر بعد اس سورۃ کے خدا تعالی نے سورۃ البینہ میں بطور نظیر کے بیان کیا کہ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ یعنی جن سخت بلاؤں میں اہل کتاب اور مشرکین مبتلا تھے ان سے نجات پانے کی کوئی سبیل نہ تھی بجز اسکے کہ خدا تعالی نے آپ پیدا کر دی کہ وہ زبردست رسول صلے اللہ علیہ وسلم بھیجا جسکے ساتھ زبردست تحریک دینے والے ملائک نازل کئے تھے پھر بعد اسکے آنیوالے زمانہ کے لئے خدا تعالی سورۃ الزلزال میں بشارت دیتا ہے اور اِذَا زُلْزِلَت کے لفظ سے اسبات کیطرف اشارہ کرتا ہے کہ جب تم یہ نشانیاں دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ لیلۃ القدر اپنے تمام زور کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی ہے اور کوئی ربانی مصلح خدا تعالی کیطرف سے معہ ہدایت پھیلانیوالے فرشتوں کے نازل ہو گیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ۔ یعنی اُن دنوں کا جب آخری زمانہ میں خدا تعالی کیطرف سے کوئی عظیم الشان مصلح آئیگا اور فرشتے نازل ہونگے یہ نشان ہے کہ زمین جہانتک اسکا ہلانا ممکن ہے ہلائی جائیگی یعنی طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غایت درجہ تک جنبش دیجائے گی اور خیالات عقلی اور فکری اور سبعی اور بہیمی پورے پورے جوش کے ساتھ حرکت میں آجائینگے اور زمین اپنے تمام بوجھوں کو باہر نکال دیگی یعنی انسانوں کے دل اپنی تمام استعدادات خفیہ کو منصہ ظہور لائینگے اور جو کچھ انکے اندر علوم و فنون کا ذخیرہ ہے یا جو کچھ عمدہ عمدہ

دلی و دماغی طاقتیں ولیاقتیں اُن میں مخفی ہیں سب کی سب ظاہر ہو جائینگی اور فرشتے جو اس لیلۃ القدر میں دو
مصلح کے ساتھ آسمان سے اُترینگے ہر ایک شخص پر اسکی استعداد کے موافق خارق عادت اثر ڈالینگے یعنی نیک
لوگ اپنے نیک خیال میں ترقی کرینگے اور بُرے بُرے خیالوں میں۔ اور مرد عارف متحیر ہو کر اپنے دل میں کہیگا کہ یہ
عقلی اور فکری طاقتیں ان لوگوں کو کہاں سے ملیں۔ تب اُس روز ہر ایک استعداد انسانی بزبان حال
باتیں کرے گی کہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقتیں ہیں بیطرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کیطرف سے یا ایک وحی ہے جو ہر ایک
استعداد پر بحسب اسکی حالت کے اُتر رہی ہے اور یہ ظہور و بروز کا دائرہ پورا ہو جائیگا تب خدا تعالیٰ کے فرشتے
اُن تمام راستبازوں کو ایک گروہ کی طرح اکٹھا کر دینگے اور دنیا پرستوں کا بھی کھلا کھلا ایک گروہ نظر آئیگا
تا کہ ہر ایک گروہ اپنی کوششوں کے ثمرات کو دیکھ لے۔ تب آخر ہو جائیگی۔ یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے
جسکی بنا بھی ڈالی گئی ہے جسکی تکمیل کے لئے سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو بھیجا ہے اور مجھے مخاطب
کر کے فرمایا انت اشد مناسبۃ بعیسی بن مریم واشبہ الناس بہ خلقاً و خلقاً و زماناً۔ ہمارے
علماء نے جو ظاہری طور پر اس سورۃ الزلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت
زلزلہ آئیگا کہ تمام زمین اس سے زیر و زبر ہو جائے گی اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آجائینگی اور
انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھینگے کہ تجھے کیا ہوا۔ تب اُس روز زمیں باتیں کریگی اور اپنا حال بتائیگی
یہ سراسر غلط تفسیر ہے۔ انتہی۔ ناظرین ذرہ اسکی تفتیش فرماویں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنپر
یہ کلام پاک اُتری اُسکو کسطرح پر بیان فرمایا اور حاضران مجلس نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام نے
کیا سمجھا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ای تحرکت من اسفلها وَاَخْرَجَتِ
الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا یعنی القت ما فیها من الموتیٰ یعنی یہی کرہ ارض بعد نفخہ ثانیہ قیامت برپا ہونیکے دن
ہلایا جائیگا اور اپنے بوجھوں کو یعنی مُردوں کو باہر نکالیگا۔ قرآن کریم کی آیۃ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ
اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ اور ایسے ہی دوسری آیۃ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا
وَتَخَلَّتْ اس معنے پر جو ابن عباسؓ نے بیان فرمایا ہے شہادت دے رہی ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں کہ زمین اپنے کلیجہ کے ٹکڑوں کو پھینک دیگی جو مثل ستونوں کے سونے اور چاندی سے ہونگے پھر قاتل
اُسکو دیکھکر کہیگا کہ اسکے لئے میں نے قتل کیا اور قاطع الرحم کہیگا اسکے لئے میں نے قطع رحمی کی اور سارق آئیگا
اور کہیگا اسکے لئے میں نے اپنا ہاتھ کٹوایا ہے۔ پھر اسکو چھوڑ دینگے اور اس سے کچھ نہ لینگے۔ جد ثنام صار

بن عبد الاعلیٰ حدثنا محمد بن فضیل عن ابیہ عن ابی حازم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم
تلقی الارض افلاذ کبدھا امثال الاسطوان من الذہب والفضۃ فیجئی القاتل فیقول فی ھذا قتلت
ویجئی القاطع فیقول فی ھذا قطعت رحمی ویجئی السارق فیقول فی ھذا قطعت یدی ثم
یدعونہ فلا یأخذون منہ شیئا (صحیح مسلم) وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ای استنکر امرھا
بعد ما کانت قارۃ ساکنۃ ثابتۃ وھو مستقر علی ظہرھا ای تقلبت الحال فصارت متحرکۃ مضطربۃ
قد جاءھا من امر اللہ تعالیٰ ما قد اعدہ لھا من الزلزال الذی لا محید لھا عنہ ثم القت ما فی
بطنھا من الاموات من الاولین والآخرین وحینئذ استنکر الناس امرھا وتبدل الارض والسموات
وبرزوا للہ الواحد القھار يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا۔ ای تحدث بما عمل العاملون علی ظہرھا۔
یعنی قیامت کے دن زمین شہادت دیگی کہ میرے اوپر زندگی کی حالت میں فلانے نے یہ کام کیا فلانے نے یہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بعد پڑھنے اس آیۃ کے يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا۔ کیا جانتے ہو تم کیا ہے اخبار
اس زمین کی صحابہؓ نے عرض کیا اللہ و رسولہ اعلم ہے۔ آپ نے فرمایا اخبار زمین کی یہ ہے جو شہادت دیگی
ہر غلام اور لونڈی پر (یعنی ہر مرد و عورت پر جو غلام اور لونڈی ہیں خدا تعالیٰ کی) متعلق ان اعمال کے
جو انہوں نے اس طبقہ زمین کی پشت پر کئے تھے کہیگی فلاں عمل فلاں عمل فلاں دن یہ ہیں اخبار اسکے
قال الامام احمد حدثنا ابراھیم حدثنا ابن المبارک وقال الترمذی و ابو عبد الرحمٰن النسائی
واللفظ لہ حدثنا سوید بن نصر اخبرنا عبد اللہ ھو ابن المبارک عن سعید بن ابی ایوب عن یحییٰ
بن ابی سلیمان عن سعید المقبری عن ابی ہریرۃ قال قرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ الآیۃ يَوْمَئِذٍ
تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا قال تدرون ما اخبارھا قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال فان اخبارھا ان تشہد
علی کل عبد و امۃ بما عمل علی ظہرھا ان تقول عمل کذا وکذا یوم کذا وکذا فھذہ اخبارھا ثم قال الترمذی
ھذا حدیث حسن صحیح غریب وفی معجم الطبرانی من حدیث ابن لہیعۃ حدثنی الحرث بن یزید
سمع ربیعۃ الجرشی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تحفظوا من الارض فانھا امکم وانہ لیس
من احد عامل علیھا خیرا او شرا الا وھی مخبرۃ۔ حاصل یہ ہے کہ زمین کا خیال رکھو اسلئے کہ
وہ ماں تمہاری ہے اور بالتحقیق کوئی نہیں اسپر عمل اچھا یا برا کرتا مگر وہ زمین خبر دینے والی ہوگی بِأَنَّ رَبَّكَ
أَوْحَىٰ لَهَا۔ قال البخاری اوحی لھا و اوحی الیھا و وحی لھا و وحی الیھا واحد وکذا قال ابن عباسؓ

اوحی لھا ای اوحی الیھا۔ وقال شبیب بن بشر عن عکرمۃ عن ابن عباس یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا قال قال لھا ربھا قولی فقالت ابن عباس آیۃ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا کے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زمین کو حکم کریگا پھر وہ باتیں کرے گی یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا۔ ای انواعا و اصنافا ما بین شقی وسعید مامور بہ الی الجنۃ و مامور بہ الی النار لِیُرَوْا اَعْمَالَھُمْ ای لیعلموا و یجازوا بما عملوا فی الدنیا من خیر و شر و لھذا قال فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔ یعنی سب لوگ موقف حساب سے قیامت کے دن لوٹینگے تاکہ جزا اپنے اپنے اعمال کی جو دنیا میں انہوں نے کئے تھے دکھائے جائیں اسی لئے فرمایا جو کوئی مقدار ایک ذرہ کا نیکی یا بدی کریگا دنیا میں دیکھ لیگا اسکو قیامت کے دن (تفسیر ابن کثیر ودر منثور مع الاختصار) بعد اس کے بخاری اور مسلم اور مسند امام احمد اور ابن جریر کی احادیث متعلق اس آیۃ کے یعنی فَمَنْ یَّعْمَلْ الخ اس تفسیر میں مذکور ہیں وہاں سے دیکھ لیں سب کا خلاصہ ترغیب ہے عمل نیک پر تاکہ یوم الحساب کام آئے۔

ناظرین پر ظاہر ہو چکا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارض سے جو اس سورۃ میں مذکور ہے یہی کرۂ زمین مراد رکھا ہے اور اسی زمین کا متکلم ہونا باذن رب احادیث صحیحہ میں بیان فرمایا ہے۔ اور مراد زلزلہ سے بھی جنبش اس کرہ کی متکلم یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ اور سامع یعنی آنحضرت کے نزدیک ہے جیساکہ آیۃ اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ الخ میں بھی اسکا ذکر ہے۔ یہ وہ تفسیر ہے جس کو مرزا صاحب بھی غلط قرار دے چکے ہیں۔ اب رہا انصاف ناظرین پر خواہ مرزا صاحب کی تصدیق اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب (العیاذ باللہ) اختیار کریں یا بالعکس جیساکہ شایان اور واجب ہے۔ ہر مومن کو اب یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ مرزا صاحب نے اس تفسیر سے کیا فائدہ لینا چاہا ہے وہ میں عرض کر دیتا ہوں سورۂ قدر میں جو لیلۃ القدر ہے اسکو حسب زعم اپنے کے قیامت تک امتداد دیا تاکہ آپکا نزول بھی انبیاء کی طرح لیلۃ القدر میں متحقق ہو۔ مگر یہ دونوں فقرے یعنی لیلۃ القدر کا امتداد قیامت تک اور ہر نبی کا ظہور لیلۃ القدر ہی میں ہوتا ہے۔ انکے اپنے خانہ زاد اسرار میں سے ہیں پھر سورۃ البینہ سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ سخت بلاؤں سے نجات پانے کی سبیل اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی۔ وہ کیا۔ البینہ خدا کی طرف سے آگیا رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَھَّرَۃً فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ؕ یعنی مرزا صاحب۔ بعد ازاں سورۂ زلزال سے یہ ثابت کر دکھایا کہ [illegible]

نہیں رہ گئی تو پھر نزول ملائکہ میں سرانجام دینے کے لئے اس امر مہتم بالشان کے بذریعہ بندہ مصلح جسکا نزول لیلۃ القدر ممتدہ میں ہوگیا ہے کیوں توقف ہو۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ لیلۃ القدر میں رسول آگیا اور دورہ کمالات نوع انسانی بھی پورا ہوچکا۔ فقط اتنی ہی بات کہ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ بتمامہ ظہور میں نہیں آئے مگر شروع ہی یعنی اہل سعادۃ اور نیک فطرت اُس رسول نازل شدہ کے ساتھ ایمان لاکر ایک جماعت اکٹھی ہورہی ہے اور اہل شقاوت اور بدطینت انکار میں آکر دوسرا گروہ حسب مضمون يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ بن رہا ہے جسکی شان میں جناب مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۰۰ کی پہلی سطر کے ابتداء میں یوں لکھتے ہیں (اور جو شرارت اور شیطان کی ذریت تھے وہ اس تحریک سے خواب غفلت سے جاگ تو اُٹھے الخ) آپ کو اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے بمعاوضہ اِس فقرہ کے (یعنے شیطان کی ذریت) جزاء خیر عطا فرمائے۔

ناظرین کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ تفسیر مرزا صاحب کی بطریق مشت نمونہ خروار ہے۔ باقی خود انصاف فرماویں کہ یہ تحریف ہے کتاب اللہ اور کتاب الرسول صلے اللہ علیہ وسلم کی یا بیان ہے بطون قرآن کا۔ پہلے بھی اہل باطن اسرار اور اشارات کو بیان فرماتے رہے ہیں۔ اقتباس الانوار کے ص ۲۳۱ پر اسی سورۃ کی تفسیر ملاحظہ فرماویں۔ مگر ظاہر قرآن کریم سے انکار کرنیوالے کو ملحد قرار دیتے رہے ہیں بیشک وجوہ الفہم لا تنحصر فیما فہموہ وعلم اللہ لا یتقید بما علموہ اسکے ہم بھی قایل ہیں۔ مگر قرآن کے ظہر اور بطن دونوں کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں نہ یہ کہ تفسیر ظہر قرآن کی سراسر غلط قرار دیجائے۔ (العیاذ باللہ)، فی فتح البیان۔ یکون الضابط فی صحتہ ان لا یرفع ظاہر المعانی المنفہمۃ عن الالفاظ بالقوانین العربیۃ وان لا یخالف القواعد الشرعیۃ ولا یباین اعجاز القرآن الی ان قال والا فہو بمعزل عن القبول۔ دوسری جگہ فتح البیان میں وکذالک اذا ثبت تفسیر ذلک من الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فہو اقدم من کل شئ بل حجۃ متبعۃ لا یسوغ مخالفتہا لشئ آخر ثم تفاسیر علماء الصحابۃ المختصین برسول اللہ صلعم فانہ یبعد کل البعد ان یفسر احدہم کتاب اللہ ولم یسمع فی ذلک شیئا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی فرض عدم السماع فہو احد العرب الذین عرفوا من اللغۃ دقہا وجلہا۔ انتہی

یعنی [illegible] الاوجہ لہا۔ قال بعض [illegible] کوئی طریق کہ مخالف ظاہر کا نہ ہو اور سب سے مقدم اور واجب القبول

تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے بعد آپ صلعم کے صحابہ کرام کی۔ بڑی تعجب کی بات ہے کہ سارے قرآن میں تفسیر ابن عباسؓ کی سراسر غلط ٹھہری۔ اور رفقط متوفیک کے متعلق جو ممیتک ہے منظور ہوئی وہ بھی آدھی۔ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے متعلق جو ابن عباس سے باسناد صحیح تفسیر درمنثور میں مذکور ہے اور ایسا ہی بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ الخ اور وَاِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اور احادیث نزول جو ابن عباسؓ سے مروی ہیں۔ اور تفسیر سورہ قدر اور سورہ بینہ اور سورہ زلزال بلکہ جن جن مقامات میں آپ منفرد ہیں یہ سب متروک۔ اسی وجہ سے کہ آپ کے مطلب کے برخلاف ہیں۔ اکثر اعتراضات جناب مرزا صاحب کے جو باستشہاد آیات عقیدہ اجماعیہ پر انہوں نے کئے تھے جواب انکا لکھ چکا ہوں۔ بقیہ اعتراضات بہ نسبت انکے بہت ہی لغو ہیں۔ ناظرین ادنیٰ توجہ سے دھوکا انکا سمجھ لینگے۔ لہذا اسی قدر پر اکتفا مناسب سمجھکر اختتام ایک دو بات ضروری پر کیا جاتا ہے۔ ایک تو بہ نسبت احادیث نزول اور خروج دجال کے جو مرزا صاحب نے منجملہ مکاشفات اجمالیہ کے ٹھہرا کر واجب التاویل قرار دی ہیں۔ کہتا ہوں کہ اسکی تحقیق دوسری جگہ ملاحظہ فرمالیویں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ احادیث نزول اور خروج دجال مکاشفات تفصیلیہ میں سے ہیں جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے مکاشفات تفصیلیہ میں آنحضرت صلعم نے جس جس شخص کو بقید نام جسطرح فرمایا ہے اسیطرح ظہور میں آیا سر مو بھی تفاوت نہیں ہوا۔ پیشینگوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امر کی توضیح کے متعلق دوسرے مقام پر فرماویں۔ اس دھوکا میں بھی ایک رکن ایمان کا بلکہ سارا ایمان زائل ہوتا ہے اور احادیث نزول اور خروج کو مکاشفہ اجمالی پر ورنگ دیکھنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وبا کو بصورت عورت جو گرد اگرد مدینہ طیبہ (زادہا اللہ شرفاً) کے پھر رہی تھی خیال نکرنا مکاشفہ اجمالی تعبیر طلب ہوتا ہے بخلاف تفصیلی کے۔ اور تعبیر میں اگرچہ وقوع خطا ممکن ہے مگر بقاء علی الخطا نبی کی عصمت کو باطل کرتا ہے۔ بناءً علی ہذا بالفرض اگر احادیث نزول اور خروج مکاشفہ اجمالی کے قبیل سے بھی ہوں تو ساری عمر آپکا باقی رہنا خطا فی التعبیر پر (العیاذ باللہ) آپ کی عصمت میں حارج ہوگا۔ دوسرا یہاں پر آنحضرت صلعم کی پیشینگوئیاں اور انکے ظہور کو مد نظر رکھنا بہت کارآمد ہے بہ نسبت اسکے کہ ابن مریم سے مثیل انکا مراد لینے پر قصداً ملیا شاہد لایا جاوے۔ کیونکہ اول تو وہ بحاجت

کلام سمجھنے کے واسطے ازبس ضروری ہے۔ اُمّ حرام جو ایک صحابیات میں سے ہے روایت کرتی ہے کہ آنحضرت صلعم قیلولہ سے بیدار ہوئے حالت تبسم میں۔ مینے عرض کی کہ باعث تبسم کیا ہے۔ آپنے فرمایا میں متعجب ہوں اپنی امت کے ایک گروہ سے جو بادشاہوں کی طرح تختوں پر سوار ہونگے۔ مینے عرض کی یارسول اللہ صلعم میرے لئے خدا سے دعا مانگیں کہ مجھکو بھی اُن میں سے کرے۔ آپنے فرمایا تو اُنہی میں سے ہے (بخاری عن انس بن مالک) اس پیشینگوئی کا ظہور امیرالمومنین عثمانؓ کے عہد میں وقت فتح ہونے جزیرہ قبرس کے واقع ہوا اُن ایام میں اُمّ حرام عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ اُمّ حرام کہتی ہیں کہ مینے سنا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے میری اُمت میں سے ایک لشکر غزوہ دریا کا کرینگے اور ان سے عمل جنت کا واجب کرنیوالا صادر ہوگا۔ اُمّ حرام کہتی ہیں کہ مینے عرض کی میں بھی اُن میں سے ہوں یارسول اللہ آپنے فرمایا تو اُن میں سے ہے بعدہٗ آپنے فرمایا میری امت میں سے ایک لشکر غزوہ قیصر کے شہر کا کرینگے اور انکو مغفرت دیجائیگی۔ مینے عرض کی میں ان میں سے ہوں یارسول اللہ۔ فرمایا آپنے نہ (بخاری عن عمیر بن الاسود العنسی) حضرت عثمانؓ کے حق میں آپنے فرمایا افتح لہ یعنی اُسکے لیے دروازہ کھولدے اور اُسکو جنت کی بشارت دے ایک مصیبت پر جو اُسکو پہونچے گی (بخاری ومسلم) ذکر کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کو پھر حضرت عثمان کے حق میں فرمایا کہ یہ اس فتنہ میں بحالت مظلومی قتل کیا جائیگا (ترمذی) آپنے حضرت عثمانؓ کو فرمایا کہ تو سورہ بقرہ کے پڑھتے ہوئے قتل کیا جائیگا اور تیرے خون کا قطرہ اس آیہ پر پڑیگا فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (حاکم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کے ساتھ بحالت تنہائی ایام مرض شریف میں گفتگو فرمائی حضرت عثمانؓ کا چہرہ متغیر ہوا (ابن ماجہ)۔ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ عہد کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ وفات پائیگا تو جب تک امیر نہ کیا جائیگا۔ اور پھر رنگین کی جائیگی یہ یعنی ریش اسکے خون سے یعنی سر کے۔ (احمد) آپنے اُمّہات المومنین میں سے ایک کے شان میں فرمایا کیف احدٰکن اذا نبحت علیھا کلاب الحوءب یعنی کسطرح پر ہوگا حال ایک کا تمہارے میں سے جب آواز کرینگے اسپر کُتّے پانی بنی عامر کے جسکا نام حوءب ہے۔ (ابوبکر۔ وابویعلیٰ۔ واحمد وغیرہم) اور یہ لفظ ابویعلیٰ کا ہے۔ حضرت عائشہ کو جب حوءب کے کُتّوں کی آواز آئی تو پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ لوگونے کہا یہ پانی ہے بنی عامر کا حضرت عائشہؓ نے فرمایا لوٹاؤ مجھکو۔ لوٹاؤ مجھکو۔ سنا مینے رسول خدا صلعم سے الخ

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اٹھیگی قیامت جبتک نہ لڑینگے دو گروہ بھاری جنکے مابین قتل عظیم واقع ہوگا اور دعوے

دونوں کا ایک ہی ہوگا۔ (بخاری و مسلم۔ ابوہریرہؓ)۔ یہ اشارہ ہے واقعہ صفین کیطرف اور (دعویٰ انکا ایک ہی ہوگا) اشارہ ہے اسکی طرف کہ اہل شام نے قرآن کو اٹھا کر کہا تھا کہ تمہارے اور ہمارے درمیان میں یہ قرآن ہے اور حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا۔ یہ قرآن صامت یعنی خاموش ہے اور میں قرآن بولنے والا ہوں ایسا ہی آپنے واقعہ نہروان سے خبر دی اور وہ حدیث متواترہ ہے اور علیؓ اس واقعہ میں بروقت معائنہ پیشینگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعینہ بغیر تفاوت سرموکے فرماتے تھے صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صدق رسول اللہ علیہ وسلم (احمد۔ عن عبید اللہ بن عیاض بن عمرو القاری)۔ یہ وہ واقعہ ہے جس میں آپنے وقت بیان پیشینگوئی کے علامت اسکی ایک شخص سیاہ کا ہونا ناقص ہاتھ والا جسکے ہاتھ میں کالے بال ہونگے) ذکر کی۔ علیٰ ہذا القیاس آپنے امام حسنؓ سے اور ایسا ہی مقتول ہونے امام حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ اور واقعہ حرہ سے اور خروج عبد اللہ بن زبیر سے اور خروج بنی مروان سے اور خلافت عباسیہ سے خبر دی۔ حذیفہ کہتا ہے کہ قسم کھاتا ہوں ساتھ اللہ جلشانہٗ کے کہ نہیں چھوڑا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسیکو مفاسد کے پیشواؤں سے دنیا کے تمام ہونے تک اور پہنچتا ہے عدد انکا جو ساتھ اسکے ہونگے تین سو سے زائد کو۔ مگر یہ خبر دی ہمکو اسکے نام اور اسکے باپکے نام اور اسکے قبیلہ کے نام سے (ابوداؤد) اور خبر دی آپنے ترکوں کی بادشاہی سے (طبرانی و ابونعیم۔ ابن مسعود)۔ اور ہلاکو خان کے واقعہ سے خبر فرمائی (خصائص) اور فرمایا آپنے سراقہ بن مالک کو جو ایک اعرابی تھا اُسکے دونوں بازوؤں کو ملاحظہ فرما کر۔ گویا دیکھ رہا ہوں میں جو تونے کنگن کسریٰ کے اور کمر بند اسکا اور تاج اُسکا پہنے ہیں۔ امیر المومنین عمرؓ کی خلافت میں ایسا ہی وقوع میں آیا (ازالۃ الخفا)۔ آپنے مدینہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر فرمایا هل ترون ما اری مواقع الفتن خلال بیوتکم کمواقع القطر کیا تم دیکھتے ہو جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں۔ محل وقوع فتنوں کے تمہارے گھروں کے درمیان مثل محل گرنے قطرات کے (بخاری۔ اسامہ بن زید) اور فرمایا آپنے ایک یہودی کو بنی ابی الحقیق میں سے۔ کیسا حال ہوگا تیرا جس وقت نکالا جائیگا تو خیبر سے اور اونٹنی تیری بھگا لیجائیگی تجھکو راتوں پے در پے آنیوالیوں میں۔ امیر المومنین عمرؓ نے اسی پیشینگوئی کے صدق پر اعتماد فرما کر اسکو خیبر سے خارج کیا۔ اسنے عذر کیا کہ ابو القاسم نے ہمکو خیبر میں قائم رکھا اور آپ ہمکو نکالتے ہو۔ عمرؓ نے اسی آپکے فرمان کو بیان فرمایا کہ میں نہیں بھولا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو جو وہ

[illegible]

یعنی جھوٹ کہا ہے تو نے اے دشمن اللہ کے۔ ناظرین اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ عمرؓ اور ایسے ہی اور اصحاب کرام آپ کی پیشینگوئیوں
کو ظاہری معنوں پر حمل فرماتے تھے۔ اور بے وجہ تاویل اس یہودی کی طرح موجب غضب صحابہ کرام بھی اسیطرح
ہوا۔ اور بہتیری پیشینگوئیاں آپ کی ہیں جو بلا تکلف اور بلا تاویل ظہور میں آئیں۔ اور وہ ہر مقام پر ملاحظہ
فرمانے سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ ناظرین پر ظاہر ہے کہ ان پیشینگوئیوں میں اُمِ حرامؓ اور عثمانؓ اور حسنینؓ
وغیرہ وغیرہ جو بقید اسامی مذکور ہیں کوئی تاویل طلب نہیں۔ گو کہ بعض فقرات ماسوائے اسمائے کے جو در رنگ
استعارہ ہیں اور ارادہ معنی حقیقی وہاں پر متعذر ہے تعبیر طلب ہیں۔ وقوع تاویل بعض فقرات
کلام میں موجب تاویل کا سب کلمات میں نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بنا اسکی تعذر ارادہ حقیقت پر ہے الغرض
پیشینگوئیاں مذکورہ اور سب پیشینگوئیں جنکو مرزا صاحب معنی تاویلی پر شاہد لاتے ہیں کوئی انمیں سے
شہادت اسکی نہیں دیتی کہ اسامی مذکورہ فی الاحادیث میں تاویل بہ مثیل واقع ہے۔ بلکہ مراد آپ کی وہی
اشخاص ہیں جنکے نام ذکر کئے گئے اور بروقت ظہور پیشینگوئی کے بھی انہیں کا حال ظاہر ہوا۔ خلافت
عثمانیہ اگرچہ عالم مثال میں برنگ قمیص نظر آئی مگر عثمانؓ وہی عثمان ہیں نہ کوئی اور مثیل انکا نہایت
ہی افسوس ہے کہ مجدد وقت ازالہ اوہام میں (جسکو ازادہ اوہام کہنا مناسب ہے) لکھتے ہیں کہ جب چالیس ہزار
فٹ کی بلندی پر ایسی ہوا ہے کہ اس میں انسان زندہ نہیں رہ سکتا تو حضرت عیسےٰ کیونکر اٹھائے گئے
اور اتارے جائینگے۔ متعجب ہیں کہ وہ قادر قوی جس نے نصوص میں اپنی قدرت شاملہ سے خبر دی ہے اور
کتنے ہی امور کا وقوع جن تک ہمارے عقل ناقص کی رسائی ناممکن ہے بیان فرمائی آیا وہ بھی رفع ایذا ہوائی
پر قدرت نہیں رکھتا۔ اصحاب کہف کو کسطرح پر تین سو نو سال تک سلایا اور قیامت تک اسیطرح رہینگے
بائبل کو ملاحظہ فرمائیے۔ نوح علیہ السلام کی کشتی ستر ہزار فٹ کی بلندی سے بھی زیادہ اونچائی پر تھی
جس میں انواع حیوانات موجود تھے وہ سب کے سب کسطرح زندہ رہے۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۲۱ سے ۱۲۵ تک
یہ بیان فرمایا ہے کہ اعداد آیت وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍ بِهٖ لَقَادِرُوْنَ کے ۱۲۷۴ ہوتے ہیں اور یہی
زمانہ فی الحقیقت ضعف اسلام اور خروج دجال کا بھی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے جب وہ زمانہ آئیگا تو
قرآن زمین پر سے اٹھایا جائیگا۔ چنانچہ اس زمانہ سے قرآن اٹھایا گیا۔ اب میں ان حدیثوں کے مطابق جنمیں لکھا ہے
کہ ایک مرد فارسی الاصل دوبارہ قرآن کو زمین پر لانیوالا ہوگا میں قرآن کو لے آیا ہوں۔ آپ بجا فرماتے ہیں
مگر پہلے یہ تو فرمائیے کہ آیات کو آپ [illegible] مراد با عداد حرفی ٹھہراتے ہیں [illegible]

ظاہر ہے اِنَّآ اَنزَلنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ دال ہے اسپر کہ دلالت وضعیہ معتبر ہے بیان
مراد شارع میں نہ اعداد جفری۔ ہر ایک شخص ادنیٰ تامل سے سمجھ سکتا ہے کہ مثلاً آیۃ ظَھَرَ الْفَسَادُ
فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ دلالت ظہور فساد پر جنگل اور دریا میں بحسب اعداد اس آیۃ کے نہیں کرتی کیونکہ اعداد
اسکے مطابق حساب جمل ۱۲۶۷ ہیں۔ تو چاہیے کہ قبل از ۱۲۶۷ کے ظہور فساد نہ ہوا ہو ایسا ہی
اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ من حیث الاعداد فرضیت نماز پر دلالت نہیں کرتی بایں معنے کہ فرضیت نماز کی
۹۰۷ سال میں جو عدد ہیں اس آیۃ کے وقوع میں آئے اور قبل اسکے نماز فرض نہ ہو علاوہ
اسکے اعداد کی تمیز میں بھی کوئی برسوں کا ہونا ضروری نہیں یعنی اسپر کوئی دلیل نہیں کہ ۱۲۶۷ سال
ہی ہوں نہ کوئی اور چیز۔ ایسا ہی تقرر تاریخ ہجری کا منصوص نہیں۔ اور جس آیۃ کو مرزا صاحب نے ذکر فرمایا ہے
یعنی وَاِنَّا عَلٰی ذَھَابٍ بِہٖ لَقٰدِرُوْنَ معنے اسکا ماقبل اور مابعد کے ملاحظہ سے بخوبی ناظرین پر ظاہر
ہو جائیگا۔ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْکَنّٰہُ فِی الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰی ذَھَابٍ بِہٖ لَقٰدِرُوْنَ
فَاَنْشَاْنَا لَکُمْ بِہٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَکُمْ فِیْھَا فَوَاکِہُ کَثِیْرَۃٌ وَّمِنْھَا تَاْکُلُوْنَ ٥
ترجمہ۔ ہمنے آسمان سے پانی موافق اندازہ کے اتارا اور ہم اسکے دور کر دینے پر قادر ہیں۔ پھر ہمنے پانی سے
تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے۔ ان باغوں میں بہت میوے ہیں جنکو تم کھاتے ہو۔"

قرآن مجید کا تو آیت میں ذکر ہی نہیں پانی مذکور ہے جسکی طرف دونوں ضمیریں راجع ہیں بطور
طور پر اگر مراد ماء سے قرآن کریم بھی لیا جاوے تو پھر بھی اٹھایا جانا اسکا آسمان کی طرف ۱۲۶۷ھ ہجری
میں جب ثابت ہو گا کہ تمیز اعداد کی بالخصوص سال ہی لیوینگے! ولقادرون سے جسکا معنے فقط
قدرت رکھنے کا ہے معنے یہ لیویں کہ سنہ مذکورہ میں بالفعل متحقق کرنیوالے ہیں۔ یہ دونوں امر
بلا دلیل تسلیم نہیں کئے جاتے۔ بالفرض اگر اٹھایا جانا قرآن کریم کا آیۃ مذکورہ سے مانا جائے تو پھر دوبارہ
لانا اسکا زمین پر کسی آیۃ سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ مرزا صاحب کو الزامی طور پر ہم کہہ سکتے
ہیں کہ قرآن کا اٹھایا جانا آسمان کی طرف مسیح کی طرح قرآن سے ثابت ہو گیا۔ بعد اسکے اترنا اس کا
دنیا میں فقط حدیث سے بسبب نہ قطعی ہونے اسکے ثابت نہیں ہو سکتا۔ جب احادیث متواترہ نے
بقول آپکے کام نہ دیا تو ایک حدیث کسطرح آسمان پہ چڑھے ہوئے قرآن کو اتار سکتی ہے۔ پھر ہم کہتے
ہیں کہ حدیث بھی کسطرح آپکے مدعا پر شاہد نہیں ہو سکتی کیونکہ حدیث [illegible]

عند الثریا لنالہ رجل من فارس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے سر پر ہاتھ رکھکر فرمائی تھی۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی ہوتا تو میرے اصحاب میں سے ایک شخص ایسا موجود ہے کہ اسکی طلب وہاں تک کرتا۔ تو وہ شخص سلمان فارسیؓ ہیں جنکی سوانحعمری دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیشک وہ ایسے ہی شخص تھے جنہوں نے ابتداء جوانی سے پیری تک دین حق کی تلاش میں عمر عزیز کو صرف کیا آخر الامر بعد مشرف باسلام ہونے انکے آپنے فرمایا اسلام اور دین حق کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجدیا۔ اگر آسمان پر بھی ہوتا تو یہ مرد فارسی الاصل کی تلاش ایسی ہے کہ ضرور کامیاب ہوتا۔

مرزا صاحب اپنی زندگی میں ہی قرآن کریم کا اٹھایا جانا آسمان کیطرف فرماتے ہیں۔ حالانکہ حجج الکرامہ کے ص۴۲۴ پر یہ حدیث منقول ہے کہ حضرت عیسےٰ بن مریم نازل ہونگے۔ دجال کو قتل کرینگے اور چالیس سال تک قیام کرینگے کتاب اللہ اور میری سنت پر عمل کرینگے۔ پھر موت پائینگے۔ مسلمان حضرت عیسےٰ کی جگہ ایک شخص کو قبیلہ بنی تمیم سے جسکا نام مقعد ہوگا خلیفہ بنائیں گے۔ جب وہ بھی مرجائیگا تو اسکی وفات کے بعد تین سال پورے نہ ہوئے ہونگے کہ لوگوں کے سینوں میں سے قرآن اٹھایا جائیگا۔ رواہ ابو الشیخ عن ابی ہریرۃ مرفوعا۔

اس حدیث سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں ؛

احادیث خروج دجال

عن المغیرۃ بن شعبۃ قال ماسأل احد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الدجال اکثر ماسألتہ وانہ قال لی مایضرک۔ قلت انھم یقولون ان معہ جبل خبز ونھر ماء۔ قال ھو اھون علی اللہ من ذلک (بخاری ومسلم) ترجمہ۔ مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ کسی نے دجال کے بارہ میں مجھ سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال نہیں کیا۔ اور آپنے مجھکو فرمایا تجھکو ضرر نہ دیگا۔ مینے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں اسکے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ فرمایا آپنے وہ خدا کے ہاں حقیر تر ہے اس سے یعنی وہ خدا کے ہاں اتنی رفعت اور منزلت نہیں رکھتا جو اسکے پاس فی الواقع روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر موجود ہو بلکہ یہ چیزیں محض خیال ناظرین میں دکھلائی دیگی اس میں امتحان اور ابتلا ہوگا۔ مومن اپنے ایمان پر ثابت رہیگا اور کافر لغزش کھائیگا اسکا

کہ ذکر دجال کا چرچا صحابہ میں بہت تھا جیسا کہ انھیں قولوں سے معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا دجال کا ایک شخص معین ہونا۔ نہ یہ کہ کسی جماعت کا نام ہو۔ ورنہ آپ باوجود کثرت سوال مغیرہؓ کے جس سے مقصود اسکا غایت توضیح ہے اس امر کی تشریح سے اعراض نہ فرماتے۔ عَنْ عبد اللہ بن عمر ان عمر بن الخطاب انطلق مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ۔ عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہ کرام کے ساتھ جس میں عمر بن الخطاب بھی تھے ابن صیاد کیطرف تشریف لیگئے وہ اُسوقت بنی مغالۃ کے محلوں کے پاس لڑکوں میں کھیل رہا تھا اور اُن ایام میں بلوغت کے قریب تھا۔ اُس کھیل کی حالت میں آپکے تشریف لیجانے سے غافل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اُسکی پیٹھ پر مارا۔ اور فرمایا۔ کیا تو اسبات کی شہادت دیتا ہے کہ مَیں خدا کا رسول ہوں یا اُس نے دیکھکر کہا۔ مَیں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ اُمیین کے رسول ہیں (یعنے عرب کے) پھر ابن صیاد نے کہا۔ کیا تم شہادت میری رسالت پر دیتے ہو۔ پھر آپنے اُس سے قطع کلام کیا۔ اور فرمایا امنت باللہ وبرسولہ۔ پھر ابن صیاد سے پوچھا کیا معلوم ہوتا ہے تجھکو اُس نے کہا کہ مجھکو خبر دینے والا کبھی سچ بولتا ہے اور کبھی جھوٹ۔ آپنے فرمایا تجھ پر سچ اور جھوٹ ملگیا ہے۔ فرمایا آپنے مینے تمسے کچھ چیز پوشیدہ کر رکھی ہے۔ آپنے یہ آیۃ چھپا رکھی تھی یَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ۔ اُس نے کہا دُخ ہے۔ آپنے فرمایا اِخْسَأْ۔ دور ہو تو (یہ کلمہ عرب زجر اور کسیکو ڈانٹنے کے وقت بولتے ہیں) ہرگز نہ بڑہیگا تو اپنے قدر سے۔ عمرؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ مجھکو اذن اسکی گردن مارنیکا فرماتے ہیں؟ آپنے فرمایا یہ لڑکا اگر وہ ہے تو تو اسپر مسلط نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ نہیں تو اسکے قتل میں تجھکو کچھ فائدہ نہیں۔ راوی حدیث کا ابن عمر کہتا ہے بعد اسکے تشریف لیگئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُبی بن کعب انصاری باغ خرما میں جس میں ابن صیاد تھا۔ آپ خرما کے درختونکے پیچھے چھپتے تھے اور چاہتے تھے کہ ابن صیاد سے کچھ سنیں قبل اسکے کہ وہ آپکو دیکھے۔ اور وہ اپنے بستر پر کپڑے میں لیٹا ہوا تھا اور خفی سی آواز کر رہا تھا۔ ابن صیاد کی والدہ نے آپکو خرما کے درختونکے پیچھے چھپے ہوئے دیکھ لیا۔ اور ابن صیاد کو کہا کہ اے صاف (یہ اُس کا نام تھا) یہ محمدؐ ہیں۔ پھر رُک گیا ابن صیاد۔ یعنی اپنے گن گناہٹ سے۔ آپنے فرمایا۔ کاش کہ اگر چھوڑ دیتی تو اسکو تا کہ کچھ بیان کرتا۔ عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوکر باری تعالے

کی ثنا کہی پھر ذکر کیا دجال کو اور فرمایا سب انبیاء نے اپنی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو خوف دلایا۔ ولکن میں تمکو اسکے بارہ میں ایسی بات کہونگا جو کسی نبی نے نہیں کی۔ جان لو کہ وہ دجال کانا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے (بخاری۔ مسلم)

جاننا چاہیئے کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض علامات دجال کے جنکا آپکو علم تھا اصحاب کرام کے سامنے بیان فرمائیں۔ جو منطبق ہوتی تھیں ابن صیاد پر یعنی آپنے فرمایا تھا کہ دجال کے ماں باپ کے گھر تیس برس تک اولاد نہ ہوگی۔ بعد ازاں ایک لڑکا کانا بڑی بڑی ڈاڑھوں کچلیوں والا پیدا ہوگا۔ کم منفعت۔ اسکی آنکھیں سویا کرینگی اور دل جگتا ہوگا۔ اسکا باپ قد کا لمبا خشک گوشت ہوگا۔ چونچ جیسی اسکی ناک ہوگی۔ اسکی والدہ موٹی چوڑی لمبی ہوگی (رواہ فی شرح السنتہ) ابوبکرہ صحابی کہتے ہیں ہمنے سنا کہ مدینہ کے یہود میں ایسا ہی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ میں اور زبیر بن العوام ہلکر گئے۔ سب علامات اس میں اور اسکی والدہ میں ویسی ہی پائیں جیسی کہ آپنے فرمائی تھیں۔ یہ حلیہ دجال جس سے آپنے پہلے خبر دی تھی جب صحابہ نے ابن صیاد پر معہ والدین اسکے منطبق پایا۔ تو یقین کر لیا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ اسلئے عمرؓ نے اس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ مگر آپنے اجازت نہ دی اور فرمایا ان یکن ہو فلست صاحبہ و انما صاحبہ عیسے بن مریم والا یکن ہو فلیس لک ان تقتل رجلا من اھل العھد۔
یعنی اگر یہ دجال ہے تب تو تو اسکا قاتل نہیں بغیر عیسے ابن مریم کے قاتل اسکا اور کوئی نہیں۔ اور اگر یہ ابن صیاد دجال نہیں تو اہل ذمہ میں سے ایک شخص کا قتل کردینا تمکو سزاوار نہیں۔

اس حدیث سے ایک تو دجال کا شخص معین ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تشریف لیجانا ابن صیاد کی طرف یہ دلیل ہے دجال کے شخص معین ہونے کی۔ اگر دجال عبارت قوم دغاباز وغیرہ سے ہوتا جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں تو آپ ابن صیاد کی طرف بخیال اسکے کہ شاید دجال ہو کیوں جاتے۔ دوسرا یہ بھی ظاہر ہوا کہ دجال کا قاتل بغیر عیسے بن مریم کے اور کوئی نہیں۔ مرزا صاحب ابن صیاد کو دجال معہود ٹھہرا کر مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفا) میں مار کر مدفون سمجھ رہے ہیں۔ جیسا کہ ازالہ میں اسی امر کو حضرت عمرؓ کے حلفی

نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں۔ کیونکہ مسیح کو دجال شخصی کا قاتل ہونا چاہیئے۔ اور دجال باعتقاد مرزا صاحب تیرہ سو سال پہلے آپ یعنی مرزا صاحب سے فوت ہو چکا ہے **تیسرا** اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مراد قتل دجال سے یہی معنے ظاہری قتل کا ہے یعنی ظاہری سبب سے مار دینا نہ دلائل کے ذریعہ سے مغلوب کر دینا شاہد اسکا اذن طلبی ہے عمرؓ کی ابن صیاد کے قتل کے بارہ میں اور آپکا بیان کرنا کہ قاتل اسکا عیسٰے بن مریم ہوگا تو اسکو قتل نہیں کر سکتا۔ اگر قتل سے مراد مزعوم مرزا صاحب ہوتا تو آپ یوں فرماتے کہ اے عمر! دجال کو تو دلائل اور بینات سے ساکت کرنا چاہیئے نہ کہ اسکو جان سے مار جائے۔

ناظرین سمجھ چکے ہونگے کہ بیان حلفی عمرؓ کا ابن صیاد کے دجال ہونے میں اور ایسا ہی عبداللہ بن عمرؓ کا مقولہ کہ ما اشك الخ یعنی میں شک نہیں کرتا ہوں ابن صیاد کے دجال ہونے میں یہ دونوں اسی بنا پر تھے جو اوپر بیان کی گئی۔ یعنی منطبق ہونا علامات بینہ کا ابن صیاد پر۔ بعد ازاں جب انکو اور علامات بھی بتعلیم ربانی بتلائے گئے مثلاً اسکا زمین مشرق وارض خراسان سے نکلنا۔ مکہ ومدینہ زادہما اللہ شرفاً میں داخل نہ ہو سکنا۔ ک۔ ف۔ ر۔ پیشانی پر لکھا ہوا ہونا اور مقتول ہونا اسکا مسیح ابن مریم کے ہاتھ سے۔ تو عمرؓ اس پہلے عقیدہ سے باز آگئے۔ مرزا صاحب ازالہ میں بیان حلفی عمرؓ سے جسکی بنا انکے زعم پر تھی استدلال ابن صیاد ہی کے دجال ہونے پر پکڑتے ہیں۔ تعجب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک فرمان کا یعنی وانما صاحبہ عیسٰے بن مریم کا کچھ خیال نہیں فرماتے۔ ابن صیاد ہی کے دجال ہونے پر زور لگانا مرزا صاحب کا اسی لئے ہے کہ کوئی یہ سوال نہ کرے کہ قبل از ظہور مسیح بن مریم دجال کا وجود چاہیے تو بتائیں وہ کہاں ہے۔ مگر یہ خیال نہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں اور مزعومی قول عمرؓ کو جس سے عمرؓ بھی بعد استماع قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باز آگئے تھے محکم پکڑ لینا اور بحکم وانما صاحبہ عیسٰے بن مریم کے مرنے سے دجال کو زندہ ماننا اور پھر اسکے لئے ان امور کا جائز رکھنا جو عیسی بن مریم کیلئے ناجائز قرار دیئے گئے تھے۔ یعنی اتنی مدت تک زندہ رہنا باوجود عدم تغیرات جسمانیہ کے یا اپنے مسیح موعود ہونے سے ہاتھ دھونا یہ اتنے بڑے مفاسد کسکو اٹھانے پڑے۔ عمرؓ کا ابن صیاد ہی کے دجال ہونے سے بعد بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باز آنا اس حدیث سے بھی ثابت ہے جو ابن عباس سے مروی ہے، قال خطب عمر بن الخطاب وکان من خطبته وانه سیکون من بعدکم قوم یکذبون بالرجم وبالدجال وبالشفاعة وبعذاب القبر [illegible]

اور دجال اور شفاعت اور عذاب قبر کا منکر ہوگا۔ عہد خلافت اپنی ہیں اور احادیث دجال کی صحت میں تاکید فرمائی دلیل ہے ابن صیاد کے دجال نہ ہونے پر (اخرجہ احمد) یہ بھی ایک پیشینگوئی ہے عمرؓ سے درباره پیدا ہونے معتزلہ اور نیچریہ اور مرزائیہ کے۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمر جس شئے کی نسبت کہتے کہ میں اُسے ایسا خیال کرتا ہوں وہ ویسی ہی نکلتی۔ قیس بن خارق کہتا ہے ہم آپسمیں باتیں کہا کرتے کہ عمرؓ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔ ابن صیاد نے خود بھی ابوسعید خدری کو مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً کے راستہ میں انہیں دلائل اور علامات سے مغلوب کیا تھا یعنی ابوسعید خدریؓ کو کہا۔ میں بڑا متعجب ہوں لوگوں سے جو مجھے دجال سمجھ رہے ہیں۔ کیا تم نے نہیں سنا رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ دجال لاولد ہوگا اور میری اولاد ہے۔ اور دجال کافر ہوگا اور میں مسلم ہوں اور دجال مکہ مدینہ میں داخل نہ ہوسکیگا اور میں اب مدینہ سے آرہا ہوں اور مکہ کو جاتا ہوں۔ بعد اسکے ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ مجھ سے کہنے لگا قسمیہ کہتا ہوں کچھ شک نہیں اسمیں کہ میں جانتا ہوں مولد یعنی محل پیدائش اسکی کو اور مکان اُسکے کو۔ اور کہاں ہے وہ۔ یعنی فلانی جگہ۔ اور اسکے ماں باپ کو بھی جانتا ہوں۔ ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ مجھکو اس نے اشتباہ میں ڈالدیا الخ (مسلم)

اور ایسا ہی جابر بن عبداللہ کو جب محمد بن منکدر نے کہا کہ تم حلفاً ابن صیاد کو دجال کیوں کہتے ہو۔ تو جابر بن عبداللہ نے بجواب اُسکے کہا۔ میں نے سنا ہے عمرؓ کو حلف اُٹھاتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور آپ نے حلف سے اُسے روکا نہیں (بخاری مسلم) اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت جابرؓ کا حلفی طور پر ابن صیاد کو دجال کہنے کی بناء حضرت عمرؓ کی حلف پر تھی۔ اور انکی حلف اپنے زعم پر۔ کیونکہ قبل از سننے سب علامات کے انکو بباعث انطباق اکثر علامات کے ابن صیاد پر پختہ یقین تھا۔ اور آپ کا عمرؓ کو نہ روکنا حلف سے اسلئے ہوا کہ انہوں نے اپنے غالب ظن کے مطابق حلف اُٹھائی تھی۔

اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ باقی علامات میں سے اکثر کا وجود ابن صیاد میں بروقت دعویٰ الوہیت کے محتمل تھا یعنی آپ اور صحابہؓ کو یہ احتمال بھی ہوا کہ شاید مثلاً ک۔ ف۔ ر۔ کا پیشانی پر ظاہر ہونا یا اسکے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر وغیرہ وغیرہ کا ہونا اُسوقت ہونگے جب اُس نے دعویٰ خدائی کا کیا۔ یہ احتمال اُسکے مرنے تک چونکہ باقی تھا لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بھی اُسکے بارہ میں متردد ہے الحاصل ابن صیاد میں اور اُسکے ماں باپ میں چونکہ چونکہ اکثر علامات کا مشاہدہ کیا گیا اور جو موجود نہیں تھے انکا وجود بھی اُسکی

حین حیات تک محتمل رہا۔ لہٰذا اُسکے بارہ میں متردد رہے۔ قطع احتمال جب ہوا کہ وہ مر گیا۔ ناظرین!
یہی ہے وجہ تردد کی ابن صیاد کے بارہ میں۔ ازالۃ الاوہام کو اس مقام پر دیکھنے سے ہرگز دہوکا نہ کھانا
اور احادیث صحیحہ کو اپنی نافہمی کے باعث سے غلط نہ کہنا۔ مرزا صاحب کو تو اپنا مطلب زیر نظر ہے
تمکو آیات اور احادیث کے اُلٹ پلٹ کرنے سے بجز از نقصان کونسے فائدے کی امید ہے! اور یہ بھی آپ
معلوم کر چکے ہونگے کہ دجال کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر کا ہونا اور مردہ کو زندہ کرنا وغیرہ وغیرہ
علامات یہ سب از قبیل تخییل اور امتحان خداوندی ہونگے۔ نہ یہ کہ فی الواقع اور بغیر ابتلاء دجال
موصوف بصفات مذکورہ ہو تا کہ شریک حق جلشانہٗ کا سمجھا جائے۔ یہ امور محض امتحاناً بدبختوں کے
خیال میں ایسے نظر آوینگے۔ مرزا صاحب نے انکو واقعی سمجھکر احادیث دجال کے معتقدین کو مشرک ٹھہرایا۔
اور اردو خوانوں کم علموں کو ایسا دہوکا دیا کہ آیات اور احادیث صحیحہ کے منکر ہو گئے کیسی ہیں تحریف
اور کیسی تغلیط۔ وہ خواب جسکی تعبیر مرزا صاحب نے مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم سے نیند کی حالت میں
استفسار فرمائی تھی (یعنی میں دیکھتا ہوں کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے جب دائیں طرف چلاتا ہوں ہزاروں
مخالف اس سے قتل ہو جاتے ہیں اور جب بائیں طرف چلاتا ہوں ہزاروں دشمن اس سے مارے جاتے ہیں)
شائد اسکی تعبیر یہ نہ ہو کہ تلوار آپکے ہاتھ میں مراد اس سے قوت ورّاکہ جو تیز ہے جیسی تلوار کی دھار تیز
ہوتی ہے۔ دائیں جانب آیات قرآنیہ اور بائیں جانب احادیث صحیحہ۔ قوت ورّاکہ کی تیغ جب
آیات کیطرف چلتی ہے ہزاروں مضمون جو مراد شارع تھی قتل کئے جاتے ہیں۔ اور جب بائیں طرف
چلتی ہے تو ہزاروں مضامین احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مارے جاتے ہیں تعجب ہے
کہ مرزا صاحب بمقابلہ آیات اور احادیث صحیحہ کے جن سے آپکا مسیح موعود نہ ہونا واضح ہو چکا ہے
لامہدی الا عیسےٰ کو لاتے ہیں جسکی نقادان حدیث نے تضعیف کی ہے مثل محقق ابن جزری وغیرہ
ایام الصلح کے صفحہ ۱۵۰ پر کتاب اقتباس الانوار کا حوالہ دیکر ذکر بروز فرماتے ہیں جو عبارت ہے
تصرف کرنے سے روح کسی کامل کی صاحب ریاضت اور مجاہدہ پر۔ اور نزول مسیح عبارت اسی بروز سے
ہے مطابق حدیث لامہدی الا عیسےٰ بن مریم کے یعنی روح عیسوی مہدی آخر الزمان میں
جو ہیں ہوں متصرف ہوگی انتہی بقدر ضرورۃ۔

موصوف کرتے ہیں کہ "از اکابر صوفیہ متاخرین بودہ میفرماید"۔ اگر فی الواقع آپ کے اعتقاد میں حضرت موصوف ایسے ہی ہیں تو اقتباس الانوار کے اسی صفحہ یعنی ۵۲ پر تیسری سطر میں ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت شیخ محمد اکرم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد نقل اس قول کے بایں لفظ فرماتے ہیں۔ "وایں مقدمہ بغایت ضعیف است"۔ اور صفحہ ۳۴ اسی کتاب کے اوپر سطر دسویں میں فرماتے ہیں۔ "وایں روایت مرقول کسے راکہ میگوید مہدی ہمیں عیسیٰ علیہ السلام است و متمسک میکند بایں حدیث کہ لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم۔ وجواب ایں حدیث محمول است بر حذف لا مہدی بعد المہدی المشہور الذی ہو من اولاد محمد و علیؑ علیہ السلام الا عیسیٰ علیہ السلام"۔ انتہیٰ۔ اور نیز قصیدہ نعمت اللہ ولی کو جسکا نام آپنے نشان آسمانی رکھا ہے۔ مہدی وقت اور عیسیٰ کے ایک ہی شخص ہونے کی دلیل بنایا ہے مزید براں موجب تعجب یہ ہے کہ "مہدی وقت و عیسیٰ دوراں ہر دو را شہسوار مے بینم"۔ واؤ جو مہدی وقت اور عیسیٰ کے درمیان ہے اسکو واؤ تفسیر ٹھہرایا۔ اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ دوسرے مصرعہ میں لفظ "ہر دو را" جو واقع ہوا ہے وہ کیا کہہ رہا ہے۔ لا مہدی الا عیسیٰ کو اگر صحیح بھی مانا جائے تو بھی مرزا صاحب کو مفید نہیں۔ کیونکہ جب ارادہ مثیل کا ابن مریم سے بشہادت آیات قرآنیہ ممتنع ہوا تو پھر وہی عیسیٰ بن مریم جو نبی وقت تھا مہدی بنا۔ مرزا صاحب کو کیا فائدہ ؟۔ **احادیث** نزول اور ظہور دجال اور مہدی متواترۃ المعنے ہیں مسلمانوں کو ایمان رکھنا ان کے ساتھ ضروری ہے۔ ہرگز ہرگز کسی کے دھوکا میں نہ آنا چاہیئے۔ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۔ اور دلیل انکے مسیح موعود نہ ہونے پر الہامی کلام حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کی ہے۔ (۲۲) "تب اگر کوئی تمہیں کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں تو یقین مت لاؤ" (۲۳) "کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بڑے نشان کرامتیں دکھائیں گے یہاں تک کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے" (۲۴) "دیکھو میں پہلے سے ہی کہہ چکا ہوں" (۲۵) "پس اگر وے تمہیں کہیں۔ دیکھو وہ جنگل میں ہے تو باہر مت جاؤ۔ دیکھو وہ کوٹھری میں ہے تو باور مت کرو" (۲۶) "کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوندھتی ہے اور پچھم تک چمکتی ہے ویسا ہی انسان کے بیٹے کا آنا بھی ہوگا"۔ اس پر مرزا صاحب کا جواب کہ "جھوٹے مسیح پادری لوگ ہیں"۔ نہایت ہی سست اور نکما ہے کیونکہ جھوٹا مسیح وہ ہے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور علامات لازمہ موجود نہ ہوں خواہ پادری ہو

دے رہی ہیں جو نبی وقت تھا۔ اور اُسکے زمانہ نزول کے علامات متذکرہ بالا ابھی موجود نہیں مرزا صاحب ازالہ میں لکھتے ہیں کہ "مسلمان کم از کم میرے قول کو حسن ظن کے طریق پر ہی مان لیتے۔ جناب ہمکو مان لینے میں کوئی عذر نہ تھا۔ اگر کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اجماع امت برخلاف آپکے شہادت نہ دیتے۔ آپ منانیکا انتظار نہ کیجئے۔ تقصیر تحریف آیات واحادیث بارگاہ الٰہی سے معاف کرانیکا فکر فرمائیں ابھی وقت ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔ میں سچ کہتا ہوں آپنے معتقدوں کیلئے ایسا راستہ بتایا ہے اور اصول قائم کئے ہیں کہ ضرور ہی وجود حشر وغیرہ مواعید ربانیہ کے منکر ہو جائینگے ازالہ میں آپ یہ قول اپنے معتقدین کے بارہ میں لکھکر (کہ قریب تر با امن اور نزدیک تر بسعادت کون لوگ ہیں۔ کیا وہ لوگ جنہوں نے اس عاجز کا مسیح موعود ہونا مان لیا ہے یا وہ لوگ جو منکر ہو گئے) انکو خوش تو فرمایا ہے۔ مگر آپنے انکے لئے یہ خیر و برکت تجویز کر دی ہے کہ قبل از وقوع شئے اُسکے ساتھ ایمان نہ رکھنا گو کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے جنکے ہزارہا پیشنگوئیوں کے بعینہٖ اُسیطرح ظہور میں آنے پر شہادت حلفی بیان فرمائیں۔ بناءً علیہ عذاب قبر و سوال منکر نکیر و حشر وغیرہ امور واجبۃ الایمان میں انکو تذبذب کر دینے کے انوار و برکات سے افادہ بخشا ہے۔ رسولوں علیہم السلام کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں مسیح کا مکاشفہ کچھ بہت صاف نہیں تھا ازالہ صـ۶۹۔ یہ دخل شیطانی کلمہ کا کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے۔ ازالہ صـ۶۲۸۔ کچھ تعجب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم و دجال۔ یاجوج ماجوج۔ دابۃ الارض۔ دجال کے گدھے کی حقیقت کاملہ اور اصلی معلوم نہ ہوئی ہو۔ ازالہ صـ۶۹۱۔ میں کہتا ہوں انبیاء علیہم السلام کو وہم کا لگ جاتا ہے (العیاذ باللہ) مگر آپ (مرزا صاحب) کا الہام بالکل محفوظ اور قطعی ہے جنکو غیب کے مطلع کرنے پر اتنا اہتمام کیا جائے فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا۔ یعنی کلام ربانی چوکیوں پہروں سے بحفظ تام انہیں تک پہونچائی جائے انکا مکاشفہ ناقص اور پر اشتباہ اور جنکے یہ نشان نہیں اُنکا مکاشفہ کامل اور واضح تر۔ آپ ازالہ کے صـ۱۸ میں فرماتے ہیں۔

چوتھی یہ کہ وہ خدا تعالےٰ کے بھیجے ہوئے بندہ پر ایمان لا کر اس سختی اور غضب الٰہی سے بچ گئے جو ان نافرمانوں کے حصہ میں ہوتا ہے جنکے حصہ میں بجز تکذیب اور انکار کے اور کچھ نہیں۔ میں کہتا ہوں خدا تعالےٰ کا بھیجا ہوا بندہ ترجمہ عبدہٗ و رسولہٗ کا ہم بصدق دل پڑھتے ہیں اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ خاتم النبیین جانتے ہیں لہذا آپکو عبدہٗ و رسولہٗ موصوف بہ مجموع ہر دو صفت نہیں مانتے۔

تا میں ملزم ٹھہر سکوں۔ آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب ملکر دعا کریں کہ مسیح ابن مریم جلد آسمان سے اُترتے دکھائی دیں اگر
کوئی کہے کہ اہل حق کی دعا اہل باطل کے مقابل پر قبول ہونی ضروری نہیں۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ ہندوؤں کے
مقابل مسلمانوں کی دعا قیامت کے بارہ میں قبول ہو کر ابھی قیامت آجائے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ منفرد ہو چکا ہے کہ
قیامت سات ہزار برس گذرنے سے پہلے واقع نہیں ہو سکتی اور ضرور ہے کہ خدا اُسے روکے رہے جب تک وہ ساری علامتیں
کامل طور پر ظاہر نہ ہو جائیں جو حدیثوں میں لکھی گئی ہیں لیکن مسیح کے ظہور کا وقت تو یہی ہے اور وہ تمام علامتیں
بھی پیدا ہو گئیں جنکا مسیح کے وقت پیدا ہونا ضروری تھا۔ ازالہ ص ۱۶۳ ۔ **ناظرین** پر واضح ہو کہ یہ قول مرزا صاحب کا
کہ مسیح کو بذریعہ دعا جلد آسمان سے اُتار لو اگر سچے ہو۔ اُسی قبیل سے ہے جو منکرین قیامت کہتے تھے کہ اگر تم
سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب متحقق ہوگا۔ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ **ہم** کہتے ہیں کہ اسکا علم
بجز خدا جل شانہ کے اور کسیکو نہیں منکرین جب معاینہ کرینگے اُنکے منہ برے ہو جائینگے اور انکو کہا جائیگا یہ ہے وہ جسکو تم مانگتے تھے
قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓئَتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ
هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ۝ اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ نزول مسیح کا وجود قیامت پر قیاس نکیا
جائے کیونکہ مسیح موعود آچکا اور علامات بھی موجود ہو چکے **میں** کہتا ہوں ناظرین کو ما قبل سے واضح ہو گیا کہ علامات
مبینہ فی الاحادیث ظہور میں نہیں آئے اور مسیح بن مریم جو نبی وقت ہوا ہے اور جسکا وعدہ نزول کا احادیث میں مذکور ہے
وہ کہاں آیا؟ مثیل کا مراد لینا احادیث سے پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور یہ جو لکھا ہے کہ "قیامت
سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی" **میں** کہتا ہوں یہ سات ہزار سال کی تحدید جو آپ نے لگادی ہے یہ منافی ہے
لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ کے اور اُن احادیث کے جنمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاعلمی بیان فرمائی اور اُس حدیث
معراج کے جسمیں عیسےٰ علیہ السلام نے ذکر معاہدہ رب کا کیا۔ بخاری میں عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ہم میں کھڑے ہو کر ذکر ابتدا پیدائش سے لیکر انتہا تک فرمایا حتیٰ کہ اہل جنت کو جنت میں اور اہل نار کو نار میں داخل
کر دیا۔ باین ہمہ مکاشفہ آپ قیامت کے بارہ میں اسطرح مامور ہیں۔ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ اور بجواب سوال جبرائیل
یوں فرماتے ہیں۔ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ۔ کسی جگہ آپ نے اس علم کا افادہ نہیں فرمایا کہ سات ہزار
سال تک تو یقینی ہے بعد ازاں وقوع اسکا ہوگا مگر وقت معین معلوم نہیں۔ اردو خوانوں سادہ لوحوں کو کیا کیا
دھوکے دیکر کیا کیا مضامین اُلٹ پلٹ کیے ہوئے سناتے ہیں اللہ حافظ ہو۔ اور حدیث الدُّنْيَا سَبْعَةُ اٰلَافِ سَنَةٍ

چھ ہزار سال پورے ہو چکے ہیں اور ساتواں ہزار شروع ہے اگر یہی ساتویں ہزار میں ہوں۔ ۶ مولانا رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور استشہاد مرزا صاحب کا ساتھ حدیث اَقُوْلُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ الخ کے موقوف ہے اس امر کے اثبات پر کہ مابعد لفظ کما اور ماقبل اسکا مشارک فی جمیع الاوصاف والاحکام ہوتے ہیں و دونہ خرط القتاد۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ دیکھو آیۃ کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِیْدُهٗ کا جو اسی حدیث میں مذکور ہے اعادہ اور بدء الخلق مغایر فی الکیفیت ہیں محض بسبب اشتراک دونوں کے زیر قدرت ہیں کلمہ کما اطلاق کیا گیا ایسا ہی حدیث شریف میں بیان اشتراک فی وصف البرأۃ منظور ہے نہ فی جمیع الخصوصیات۔ اور باقی استشہادات جو دوسری جگہ لائے گئے ملاحظہ کئے جائیں ؛ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا۔ وَصَلَّی وَسَلَّمَ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تمت بالخیر

یقول مصححہ الحافظ الغازی عفی عنہ حمداً لمن انعم علینا باظہار الحق فی معنی بل رفعہ اللہ الیہ علی وجہ ماجاء بہ احد ونجانا من شبہات مرزا صاحب قادیانی علی لسان العلامۃ الفاضل والولی الکامل معدن العلوم الظاہریۃ ومنبع الفیوض الباطنیۃ حاج الحرمین الشریفین السید الجیلانی سیدنا ومرشد پیر مہر علی شاہ ساکن گولڑا شریف. افاض اللہ علینا من برکاتہم وصلوۃ وسلاما علی من قال یَدُ اللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔ امّا بعد فقد تمّ بحمدہ تعالیٰ طبع الکتاب المستطاب المسمی بشمس الہدایۃ طبع اولیٰ فی شہر رمضان المبارک سنۃ ۱۳۱۷ من الہجرۃ النبویۃ علی صاحبہا الوف من الصلوۃ والاف من التحیۃ

اعلان

اکثر علمائے عظام نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے عقائد شنیعہ کی تردید میں بہت عمدہ عمدہ کتابیں تصنیف فرمائیں بلکہ کئی اور ذریعوں سے بھی اپنے سچے دین محمدیہ کی حمایت کر کے مسلمانوں کو قادیانی صاحب کے مصنوعی الہام وغیرہ ڈھکوسلوں سے بچا کر مستفید فرمایا۔ مگر بخیال بندہ متعلقہ آیت کریمہ وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ اور ایسے ہی بعض دیگر مقامات کی پورے طور سے مفصل کسی صاحب نے تشریح نہیں فرمائی تھی جسکے لئے میں نے اور میرے چند احباب نے عالیجناب علامہ دہر مرشدنا جناب سید حضرت خواجہ پیر مہر علیشاہ صاحب دام فیوضہم کی خدمت بابرکت میں اسپر کچھ لکھنے کے واسطے عرض کی۔ چنانچہ حضرت صاحب موصوف نے نہایت مہربانی سے بہ نظر فائدہ اسلام قبول فرما کر اردو میں مطابق قرآن کریم وحدیث رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم یہ رسالہ تحریر فرمایا جسکا نام شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح رکھا گیا پس اہل انصاف واسلامی ہمدردوں سے امید کیجاتی ہے کہ وہ ضرور اسے ملاحظہ کرنیکے بعد اپنے سچے عقیدہ محمدیہ پر اپنی محبت وحمایت کو قائم رکھیں گے۔ مگر مرزا صاحب قادیانی کا راہ راست پر آنا بوجہ انکے اپنے عجوبہ الہامات کے مشکل معلوم ہوتا ہے وہ بیچارے اب اپنی ہٹ دھرمی سے ابھی مجبور ہیں۔ خداوند کریم ان پر رحم فرماوے ؛ مرزا صاحب یا انکا کوئی رفیق رسالہ ہذا کا جواب لکھنا چاہے تو بے شک لکھے۔ مگر تہذیب اور قرآن کریم وحدیث شریف کی پابندی اسپر ضروری اور لازم ہوگی ؛

خادم اسلام

مولوی محمد غازی عفی عنہ جاوڑہ ولاہور

علامۂ زمان قطب دوران حضرت خواجہ سید مہر علیشاہ صاحب دام اللہ فیوضہم سند آرائے گولڑہ شریف کی بے بہا تصنیفات

۱ء سیف چشتیائی
یعنی حجۃ اللہ البالغہ علی الشمس البازغہ

ان ایام میں تصنیف ہوئی ہے جبکہ مرزاجی کا چیلنج انہی کی شرائط کے مطابق منظور فرماکر آپ لاہور تشریف لائے اور ہزارہا علماء کے سامنے دو ہفتہ تک انتظار کیا مگر مرزاجی بہانہ سازی سے راہ فرار اختیار کی نہ آنا تھا نہ آئے نہ ان بعد مرزاجی زندہ رہے مگر اسکا جواب نہ لکھ سکے افسوس تو مرتے وقت ساتھ لیگئے قیمت ۱۲ ؎

۲ء شمس الہدایہ
فی اثبات حیات المسیح

یہ کتاب ان دنوں لکھی گئی ہے جب مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی نے حضرت عیسےٰ کو بزعم خود مار کر بجائے انکے آپ نبی بننے کی ترنگ میں آسمان سے اُتار رکھا تھا حضور نے یہ کتاب لکھکر عالم اسلامی پر بہت بڑا احسان کیا مسلمانوں کو مرزائیت کے پھندے سے بچانیکا جو کام آپ نے کیا وہ کسی نے کم کیا قیمت ۸ ؎

۳ء اعلاء کلمۃ اللہ
فی بیان ما اُہِلَّ بِہٖ لغیر اللہ

اس میں وہ بیّنہ اختلافی مسائل کا فیصلہ کیا گیا ہے آیۃ مذکورہ کی نسبت ارباب عقائد فاسدہ و مذاہب باطلہ کیطرف سے آجتک جو عتراضات ہوئے ہیں یا آئندہ ہونے ممکن تھے اس خوبی و تحقیق سے حل فرمائے ہیں کہ مخالفین کو بغیر تسلیم کئے چارہ نہ رہا۔ یہ کتاب حنفیوں کیلئے ڈھال ہے اور غیر حنفیوں کیلئے باعث ہدایت و نجات ہے قیمت ۸ ؎

۴ء الفتوحات الصمدیہ
الملقب بالفیوضات الشمسیہ

اس میں مخالفین اہل سنت والجماعۃ (غیر مقلدین) کے ان دس سوالوں کے جوابات ہیں جو انہوں نے ایک غازی رسا مولوی کی معرفت بڑی جد و جہد و تکرار کرا کر شایع کئے تھے حضور نے برداشتہ قلم انکے جوابات لکھا ۱۲ سوالات اپنی طرف سے اس غیر مقلد پر کئے جنکے اسکی نہیر بلکہ سکے جملہ اعوان انصار کی شیخی کرکری ہوئی اور جواب نہ دے سکے قیمت ۸ ؎

۵ء تحقیق الحق
فی کلمۃ الحق

مولوی صوفی عبد الرحمن صاحب لکھنوی نے ایک کتاب کلمۃ الحق لکھکر آیات و احادیث سے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی تھی کہ عین الیقین ہے غیر اور اہل امت مرحومہ اسی عقیدہ کے ساتھ مکلف و غیرہ ہے صوفیہ محققین کے نزدیک توحید وجودی اگرچہ برحق ہے مگر کل امت اسی عقیدہ کا مکلف نہیں صوفی ہوئی منفرد ہے حضور نے اس مسئلہ کو حل فرمایا قیمت ۸ ؎

انتخاب مناقب سلیمانیہ
فیاض زمان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں گوہر گرانبہا ہے یہ آنحضور کی تصنیف نہیں۔ قیمت ۱۰ ؍

الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ
علامہ مفتی دحلان مفتی بیت اللہ شریف کی عربی کتاب کا اردو ترجمہ حال ہی میں طبع ہوا ہے قیمت صرف ۵ ؍

قاضی حبیب اللہ منشی فاضل مہتمم مصری کتب خانہ و لیبن ناظم و بانی حزب الاحناف لاہور کشمیری بازار

لکھتے ہیں کہ حضور قبلۂ عالم دامت برکاتہم کی مندرجہ بالا دو کتابیں (۱ء ۲ء) جس موضوع پر لکھی گئی ہیں مطالعہ کر لینے کے بعد ان علماء کرام و مبلغین اسلام کو جنہیں جماعت مرزائیہ سے مناظرہ یا مباحثہ کرنا پڑتا ہے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہتی۔ بہت مناسب ہوگا اگر مدارس اہل السنت والجماعۃ انہیں داخل درس کرلیں تاکہ آئندہ علماء شرع سے ہی مرزائی عقائد کی مدافعت کرنیوالے پیدا ہوں ایسے ہی کتاب تحقیق ۳ و ۴ غیر مقلدین کی چالوں کے محفوظ رہنے کیلئے مفید و کارآمد ہیں

ملنے کا پتہ: منشی عبد الجبار حافظ محمد تاجران کتب آستانہ عالیہ گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی